

# تراۓ شوق

اُردو کی رنگین مثنوی ۵۲ ف

۵۸۵۹  
تفصیل  
۵۲۵۱

جسین ماہِ عالم اور یاسمن کا دلچسپ قصہ ہے

از تصنیفاتِ صاحبِ تصانیف کثیرہ

منشی احمد علی صاحب شوقِ قدوائی

حضرت مصنف کی جدید ترین اور تصحیح کردہ

مولوی نور الحسن صاحب شہرہ - ایل - ایل - بی نے

۱۹۲۱ء

بہ مقامِ قیصر باغ لکھنؤ نیرس مین پبلیشنگ

قیمت فی جلد ۸

رجسٹر شدہ

طبع سوم - ۱ - جلد ۱

۱۵۲۳۵۹۱

# علی خزانہ

بش — ت

نام کتاب قیمت نام کتاب قیمت نام کتاب قیمت

مرزا غالب مرحوم سخندان فارس نے مہادی الکلیہ

اردو سے ہے نیرنگ خیال ۱۰ موعظہ حسنہ

عود ہندی ۱۲ نظم آزاد ۱۲ روایۃ صادقہ

شرح دیوان غالب قند افارسی ۱۰ ابن الوقت

ز قلم طباطبائی تصنیف ہند ۸ ایامی

سر سید احمد خان مرحوم مکتوبات آزاد ۱۰ قسانہ مبتلا

آثار الضادید ۸ مولانا تذمیر احمد مرحوم نصاب خسرو

خطبات احمدیہ ۸ مولانا تذمیر احمد مرحوم رسم خط

مکمل مجموعہ لکچر ۸ ترجمہ طافل شریف

مقالات سر سید ۸ ادعیۃ القرآن

آخری مضامین سید ۸ آخلاق و الفرائض

مولانا حالی مرحوم ۸ سیرۃ جلد اول

حیات جاوید طبع اول ۸ دوم

بادگار غالب ۸ سیرۃ جلد دوم

حیات سعدی ۸ سیرۃ النبی جلد دوم

مدرسہ حالی ۸ نبات النفس

مولانا آزاد مرحوم ۸ مجموعہ نظم و نظم

آب حیات ۸ منتخب حکایات

ادیب بک بکشی با آثار ملکوت

# بسم اللہ الرحمن الرحیم

ہے آج دماغ آسمانی پر  
 یونین کے دو ورق ہوں کالے  
 پتیلی کو نظر نظر کو تسخیر  
 پہلو کو جب گرجے گونا لہ  
 دانے کو شجر شجر کو دانا  
 دریا کو صدف صدف کو گوہر  
 لب کو دیے حرف حرف کو لب  
 پانی کو روان کیا روان ہے  
 دو وقت ملائے ملتے ہیں روز  
 بیدم ہوتا ہے جانے والا  
 سر لوح پہ رکھ کے جھک گیا ہی

اللہ کی حمد ہے زبانی پر  
 و صفت اُسکے لکھیں ج لکھتے ولے  
 دمی مُنہ کو زبان زبان کو تقریر  
 گردون کو قسم قسم کو ہالہ  
 لکھانے کو دہن دہن کو کھانا  
 پانی کو بھنور بھنور کو چکر  
 شب کو کیا روز روز کو شب  
 اندھی کو دو ان کیا دو ان ہے  
 پھول اُسنے کھلائے کھلتے ہیں روز  
 ہے اُسکا مفتام بسکہ یالا  
 خامہ یہ تھکا کہ رک گیا ہے

## نعت جناب سید المرسلین

ہے وصف جناب احمد پاک	اولاک لما خلقت الافلاک
کونین کا حصر دم پہ اُن کے	معراج کا سر قدم پہ اُن کے
سائے میں تھی شان کبریائی	شکل اس سے کبھی نظر نہ آئی
یاسینکے مداد کلک تفت کبر	کی خلق میں قسمتوں کی تحریر
منتظر نظر جو چار تھے یار	کا شانہ دین کے تھے ستون چار
بحرِ رفعت کے چار تھے در	جسم ایمان کے چار عنصر
افلاک رضا کے چار خستہ	دیوانِ قضا کے چار دفتر
لازم ہو شکائے الہدیت اب	تھے دین کے شجر کے پھول سب
گویا تہ مصطفیٰ شجر تھا	اوسین کوئی گل کوئی ثمر تھا

## مناجات بدرگاہ قاضی الحاجات

کہ لے بات لے خدا سخن کی	ہے خامہ کو نوک بانگین کی
لے موے مرثہ کسی حسین سے	ہو ر نوک نگاہِ دشین سے
ہو باغِ ہرسان میں یہ فسانہ	ہر مرغِ نظر کا آشیانہ
ظلمت میں ہو سواِ شامِ کامل	سطرون سے بچیا ہو دامِ کامل
ہوں دائرے کیسوں کے گونگر	یا دیدہ نیم بازِ دلبر
لا رہے شانِ الفت کی قد سے	محرابِ حرمِ نخل ہو مد سے
مرکز وہ بانگین دکھائے	ترجھی نظر اُس سے چھپ جائے



ہر صفحہ کتاب کا فلک ہو  
 صفحے پہ ہزاروں کی خوفناکی  
 مضمون لطیف ہو سخن میں  
 معنی یوں لفظ میں ہوں مستور  
 نگین سخن سے ہوشفق گرد  
 گل پر گلشن میں اوس پڑ جائے  
 رخ رنگ شباب سے ہو خالی  
 ہو میرے سخن کو پڑھ کے یہ حال  
 شہرت مری یوں ہو اہل فن میں  
 چپ چپ کہ ہزاروں اہل فن میں  
 اعجاز لبون کی جنبشوں میں  
 اتوں میں فروغ کوئی کیا پائے  
 کیا نہر میں آبرو کے شبنم  
 جگنو اڑ کر چمک دکھا کر  
 گردون گردون ہو چاک ہو چاک  
 لیکن کہیں جام فن ہے خالی  
 حاصل میکش کو کچھ نہ کچھ ہے  
 یارب مجھے قوت بیان دے  
 بازوئے قلم میں زور فن ہو

نقطوں میں تاروں کی چمک ہو  
 سردی بوٹی کی کامدانی  
 معشوق نفیس پیرہن میں  
 جسے پتلی میں آنکھ کا نور  
 وہ رنگ جسے کہ لعل ہونہر  
 لالے کی گلی کا منہ بگر جائے  
 غیرت سے کئے سب انگ لالی  
 پڑھنے والے کے ہونٹ ہوں لال  
 یا قوت کی کان ہے دہن میں  
 وہ ساقی بادہ سخن میں  
 جادو تلمون کی گردشوں میں  
 اہم صی میں چراغ مجھ کے سجائے  
 کیا بحر میں اک جاب کا دم  
 تارا نہ بنے فلک پہ جا کر  
 اکیر اکیر خاک ہے خاک  
 کیا میسکہ ہن ہے خالی  
 چھٹ ہی سہی اگر نہیں مے  
 منہ میں شمشیر کی زبان دے  
 قبضے میں فتل و سخن ہو

<p>دیکھے جو بیان کی روانی گمراہ ہو رنگ شاعری کا ہو رنگ یہ چستی سخن پر بندش پہ ہوئے بندشیدا اس نسخے کو کمیسا پہ ہو فوق</p>	<p>سوٹھے بحر روان کا پانی رنگ لب سُرخ ٹھہرے پھیکا ڈھیلی ہو قلبے نازق پر چوٹی میں ہو پیچ و تاب پیدا سُرمہ ہو یہ بہر دیدہ شوق</p>
---	---

## آغاز دہستان یعنی شاہزادہ ماہ عالم کی پیدائش کا بیان

<p>ساقی دیکھ آج شان گلشن کہتے ہیں چین کے پھول پڑے اک شاہ تھا کشورِ چین سلطان کے لقب سے نامور تھا وہ دوست کاروانِ اقبال افعت کی بنا کا خود تھا بانی کامل بل میں بہت کم اوس سے ہمت کا بڑھا و حد سے بڑھ کر سوج ہو فروغِ بخت سے زرد لہر میں لیکن سر نہیں تھا گلزارِ جہان میں مثل شمشاد گلشن تھا خزانِ رسیدہ اوس کا</p>	<p>جو بن پہ بن گلر خان گلشن ہے رنگ کہ تو یہ آج ٹوٹے مشہور تھا جاہ میں چشم میں انسان کے لباس میں اسد تھا تھا اوج میں آسمانِ اقبال عکس اسکا تھا صرف اسکا ثانی نلوار کا ناک میں دم اوس سے دریا سے زیادہ قد سے بڑھ کر دریا ہو کر م کے جوش سے سرد خالی تھی صدق گہر نہیں تھا لکھتا نہ تھا پھول پھل وہ ناشاد بے نورِ نظر تھا دیدہ اوس کا</p>
--	---

قسمت تھی سیاہ شب کی صورت  
 دل غم سے لب اشتادعا سے  
 میرا ظرف مراد بھر دے  
 یہ گھر کہیں بے مکین نہ رہ جائے  
 امید نے یہ کیا اشارہ  
 دانے کو زمین نے دیا یا  
 دانے سے ہوئی شجر کی امید  
 گن گن کے کٹے جو نو مہینے  
 پیکار کا ثمر نہالِ اُمید  
 کتاب کو داغ دے وہ صورت  
 بجلی کو یہ چوٹ ہو چمک سے  
 پیدا ہو ا وہ دانہ سرین  
 بوٹے سے نہال ہو گیا شاہ  
 وہ نور تھا یون اس انجمن میں  
 حسرت رہی دیدہ حسد کو  
 نعل و زور و سیم سب شکایا  
 جلسوں میں ہی تھی تھکتے تھے  
 تھا وہ نور نگاہ عالم

تھی اسکو چراغ کی ضرورت  
 ہر دم تھی یہ تعجب خدا سے  
 آغوش کے ہالے کو قمر دے  
 خاتم کین بے نگین نہ رہ جائے  
 چمکے لگا نصیب کا ستارہ  
 قطرے نے صدف کو گھر بنایا  
 قطرے سے پڑی گہر کی امید  
 مژدہ دیا شاہ کو کسی نے  
 نکلا بُرجِ حل سے غورِ شید  
 سورج کو چراغ دے وہ صورت  
 الٹی سیدھی گرے فلک سے  
 آیا گویا خسرا نہ گھر میں  
 تارے نے ہلال کو کیا ماہ  
 ہو روح لطیف جیسے تن میں  
 پردہ ہوا حسن چشم بد کو  
 بانٹا بخشا دیا لٹایا  
 انجمن میں ہزاروں چہرے تھے  
 اٹھ گیا نام ماہِ عالم

# ماہ عالم کا جوش شباب و تصویر پر عاشق ہو کر بیچ و تاب

ہاں ہاں مانی شراب آئے  
 بے دھڑکن نہین مجھے چین  
 بڑھ کر ہوا بدرجب سر نو  
 ٹھہرا ہنرون سے وہ یگانہ  
 حتمے میں تھی آبرو کی ہر شے  
 دانش میں خیال کشت ریا بان  
 اندیشے میں وسعت شرب ہجر  
 زنجیر سخی میں اعلیٰ حس  
 گفتار میں شیشہ مے ناب  
 نور اور کائنات سرخ دیدہ طول  
 آواز کی جبین کا ایک پر تو  
 رفت کہ ٹھے کا ایک برینہ  
 طاقت چٹکی میں صورت تیر  
 عقل اتنی بڑھی کہ زلف کھٹکے  
 اکدن کہ تھا جوش موسم گل  
 حالت یہ گلون کے رنگ کی تھی  
 ہما تھا ہوا کو اس قدر پیار  
 نہراپنی دکھا رہی تھی موجیں

دل سر دہے آفتاب آئے  
 ہوں صورت موج بادہ بچپن  
 پھیلی ہر سمت شان کی ضو  
 مجھ سے وہ غوغا زما نہ  
 تھا رزم میں تیغ بزم میں مے  
 بنش میں نگار بے حجابان  
 افکار میں گری تپہ حیر  
 شیریں دہنی میں حوض کوثر  
 رفتار میں یاسیم یاب  
 حسن اور سکا چراغ محفل نو  
 شان اس کے چراغ نجات کی نو  
 دولت خاتم کا اک نگینہ  
 نصرت قبضے میں مثل شیر  
 عمر حضور و سچ کٹ جلے  
 دلکش تھی بہار زلف سنبل  
 سائے سے زمین تھی گلابی  
 منہ غنچوں کے چومتی تھی ہر بار  
 لہرون سے اوڑا رہی تھی موجیں

وہ گل کہ تھا آبرو کے گلشن  
 اختر کہ وزیر کا پسہ تھا  
 قسمت نے دکھائی سیر میں  
 سنیے حسن اتفاق اب  
 تاجر کوئی مال سے کے آیا  
 یہ چیز دکھائی وہ دکھائی  
 قصہ کو تاہم حیرت کار  
 ہر شکل سے لاجواب ہر ایک  
 آبرو تھے کھینچے ہوئے ہلائی  
 پھولے پھولے جو گال تھے لال  
 آنکھیں تھیں سیاہ مست دونوں  
 لب لبتے تھے بولنے ہی پر ہے  
 آنکھوں میں نگاہ سے آئی  
 ہونٹوں پہ تھی اُت جگر پہ تھا ہاتھ  
 دیدے لگے کہنے ہو کے قربان  
 بولا شہزادہ چشم بد دور  
 کن بوج کے چاند کی یہ ضو ہے  
 تاجر نے کہا سراب ہے یہ  
 دراصل یہ نقش ہے خیالی

گلشن میں تھا مثل جوئے گلشن  
 مانند سہا پس قمر تھا  
 دل نے کہا مانگو اب مری خیر  
 بڑھتا ہے شباب کا مذاق اب  
 اُسے اک تازہ گل کھلایا  
 نیچے جو شے پسند آئی  
 تصویر میں دکھائیں اُسے دوچار  
 سب میں بیشل تھی مگر ایک  
 زلفین کے گھٹائیں کالی کالی  
 تھے پھول کے پھول گال کے گال  
 بے مے مے پرست دونوں  
 گویا منہ کھولنے ہی پر ہے  
 پہلو میں وہ آہ سے آئی  
 تصویر پہ دل نگاہ کے ساتھ  
 تو ہی مری تیلیوں کی ہے جان  
 ہے یہ کسی نگاہ کا نور  
 کس گھر کے چراغ کی یہ لوہے  
 نور ہے آفتاب ہے یہ  
 صورت ہے گواہ ہے مثالی

فرمائیے تو ہوا ہے کیونکر  
 یولا وہ کہ تو توالست ہے  
 در پردہ ہر دلکش ایک شے  
 کاکل کو رس نہ جانے کوئی  
 سمجھا وہ کہ فاش ہو گیا راز  
 بن کر نہ یہ کھیل ابھی بگڑ جائے  
 بولا کہ ہے ایک کشور حسن  
 دیوانہ بن رخ حسین سے بھی صاف  
 در اسکے جود کچھ پائین معشوق  
 قد سے بالا مقام ہر ایک  
 جس راہ پہ شہرین نظر کی  
 فردوس ہے تخت گاہ کا نام  
 یہ نورِ نظر نظر ہے خسرو  
 اس بزم میں نور ہے تو یہ ہے  
 مشتاق ہوا وہ سر سے تا پا  
 تاجر پہ تھی ختم خوش بیانی  
 بزمِ شرف شہر ہے وہ ہر  
 اک گنبدِ قہر نور کیے  
 یا سر ہے جا بکج بر اسود

اشک صبح کا مگر چاندنی پر  
 کیون چاند پہ خاک ڈالتا ہے  
 دل بول رہا ہر بات ہے یہ  
 تارے کو شر نہ مانے کوئی  
 پردے میں چھپا نہ نغمہ ساز  
 او مجھے یہ تو کوئی پیچ پڑ جائے  
 ہے جسکا سوادد قہر حسن  
 سخن آئینہ جبین سے بھی صاف  
 آنکھیں اپنی چڑھیں معشوق  
 طالع سے بلند بام ہر ایک  
 تھی مانگ کسی حسین کے سر کی  
 خسرو ہے بادشاہ کا نام  
 یہ لوحِ جگر جگر ہے خسرو  
 فردوس میں نور ہے تو یہ ہے  
 بولا کہ بیان کر سہرا پا  
 یون کی سر بزمِ گلشنانی  
 لیا نخل ہے قد ثمر ہے وہ سر  
 تقدیل چہ راغ طور کیے  
 زلفین سیلاب کج بر اسود

تن میں ہے جو بوسے بادۂ حسن  
 ہے جلوہ نما وہ مانگ سر پہ  
 یا اک خط زر سر محک ہے  
 برقی ابر سیاہ کیے  
 کا کل شب ہجر خستہ حالان  
 بال اس کے جو آنکھوں سے نظر آئیں  
 ہم نیکہ جو زلف خستہ ہو  
 کان انگین سے لڑتے ہیں کان  
 وہ سانپ ہیں کا کلین کمان ہیں  
 چہرے میں ہے جہنم ممتور  
 کیا رنگ کمون شکفتگی کا  
 آئینہ ہے صاف جوش تنویر  
 ماتھے پہ جو دو بھوین عیان ہیں  
 دو طاق ہیں خاتمہ خدا کے  
 دیکھے ان کو تو سر جھکا کر  
 دل بہرِ مثال نو ہے بے چین  
 آنکھیں ہیں بیاض سر خوانی  
 جادو دالین تو صاف چل جائے  
 لیلکون سے بنائے کے آشیانے

وہ سر ہے بوسے بادۂ حسن  
 گویا شمشیر ہے سپر پر  
 سیدھی یا چین کی سڑک ہے  
 کالے پانی کی راہ کیے  
 یا ہے بخت شکستہ حالان  
 قسمت میں بلا کیچ پڑ جائیں  
 غالب ہے کہ غم خضر کم ہو  
 گلہائے چمن کپڑے ہیں کان  
 کان ان سانپوں کی بانہیاں ہیں  
 لیا باغ جہان میں حوض کوثر  
 اک پھول کھلا ہے چاندنی کا  
 روشن ہے جبین سے خط تقدیر  
 بحرِ خوبی میں شستیاں ہیں  
 دو نوں ہیں دستِ حیا کے  
 گوشے میں چھپے کسان جا کر  
 کیے تفسیر قاب قوسین  
 یا ساعنہ بادۂ جوانی  
 رنگ ابق دہر کا بدل جائے  
 دو مرغ بجا دیئے خدا نے

اچٹون سے عیان ہو خوش کلامی  
 پلکین گد کے پھری ہے پتلی  
 ہے دیدہ مرد مک میں یہ بات  
 بنی اللہ کا الف ہے  
 تھے چور کے دانت لعل لب پر  
 بنی رُرخ با صفا میں کیا ہے  
 گال اُسکے جو دیکھو تو کو پھول  
 صورت دونوں کی ہے جبابی  
 مضمون ہے گنجے کا نایاب  
 لب کہتے ہیں معجزہ ہنسی ہے  
 ہے برت و کشادہ کا معمول  
 لب ایک ہے باتو دو سراتا  
 برت بنکے وہ سنگدل نہ بوسے  
 انگلی جو لبوں کے درمیان ہو  
 ظاہر یہ ہوا الف سے مطلب  
 کیا وصفِ دہن میں کیجئے فکر  
 ہاں چوک ہوئی ٹھکتی ہے بات  
 خسارے جاب منہ سے چشما  
 کوزے میں ڈلی نبات کی ہو

کیئے آنکھوں کو شرح جامی  
 پلکین پرہیز پر ہی ہے پتلی  
 دن چار طرف ہو پنج میں رات  
 یا شمع ہے یا صراحی ہے  
 یہ نقب اوس نے لگائی آکر  
 پشتہ قرآن کی جلد کا ہے  
 دونوں ہیں سدا بہار دو پھول  
 رنگت دونوں کی ہے گلانی  
 دونوں ہیں وہ آفتابِ مہتاب  
 شق القمر ایک دل لگی ہے  
 غنچہ بھی دیکھیے گنجی پھول  
 دونوں جو ملین تو بست ہو پید  
 عیسیٰ بھی جو بولین لب کھونے  
 مابین دو لب الف عیان ہو  
 لب ہیں مے حُسن سے لب لب  
 جو خیر نہیں ہے اُسکا کیا ذکر  
 سا نچا ہو وہ حسین و طہلی ہو بات  
 مچھلی ہے زبان اُس کی گویا  
 یا موج آپ حیات کی ہے



ہیں نہ انت نہ ان صاف میں بند  
 ہیرا پتھر سر یہ گشتگو ہے  
 رخ ہے ملک فرنگ گویا  
 دہنوں کی صفین نظر پڑی ہیں  
 پنہان نہیں کچھ ذوق کے اوصاف  
 ہے غنوب صاف چاہے خشب  
 عین آئکہ کو کھینچے جو سلیم  
 کہتی ہے نظر کی تختہ رابی  
 گالوں پہ جو آتے ہیں نظر خال  
 نقطے قدرت نے خود دیے ہیں  
 گرمی سے دون مثال گردن  
 اللہ اللہ بلند ہے شان  
 کیا جلد گلو ہے اور کیا رنگ  
 پائے ہے بھری میان شیشہ  
 شانے جو ہیں دونوں بازوؤں پہ  
 ہے جوش ضیا سے آشکارا  
 گورا ہے بدن تو نہر کیئے  
 دو ہاتھ ہیں سینہ ہے مگر ایک  
 پہونچون کو نہ پہونچے چاہو جو ہو

سپارے ہیں یا غلاف میں بند  
 موتی کی ذرا سی آبرو ہے  
 منہ قلعہ ہے ہر جنگ گویا  
 یا قلعے میں پلٹنیں کھڑی ہیں  
 پڑھئے قرآن میں سورہ قاف  
 خال غنوب ہے ماہ خشب  
 شک آہیں نہیں کہ ہے دہن مہم  
 ہے پارہ سس رخ کتابی  
 ہے نقطہ انتخاب ہر خال  
 اور اق یہ منتخب کیئے ہیں  
 ہوشم کو سر و بال گردن  
 حل گلو کون کہ گنج ہے قرآن  
 آئینہ ہو صاف پیک کا رنگ  
 یا لال پری میان شیشہ  
 دو ہیں مینا تو دو ہیں عنبر  
 اکون کے کنول ہیں جلوہ آرا  
 ہر ہاتھ کو ایک ہر کیئے  
 دو ہیں تو دو ہیں اور ہر ایک  
 محل جلے جلن یہ شمع کو ہو

اکدن کمین چکی تھی کلائی  
 ہے رشتہ جان وہ نبض پُر نوا  
 چمکے جو ہتھیلی بھور ہو جائے  
 اچھال سے خیال دور بین ہے  
 کیا کیجئے وصف خجستہ نور  
 دیکھے جو کوئی بچشم ادراک  
 لکھو کون کو کما جو شرح جامی  
 پور و ن سے ہے نیشکر ہر گشت  
 ہے سینہ صاف دشت امین  
 چاندی سونے کا یا طبق ہے  
 پیر دے کا پسند ہے قرینہ  
 پستان ہن کہنیں بلور کے برج  
 یا میوہ خنسل زندگانی  
 بنجو دتھے شراب پینے والے  
 اب قابل صادقے باتیں  
 ہے اور کا شکم کہ حصن در بند  
 بلور کا صحن یا ہے گھر میں  
 آئینہ نفس سے جزر و مد ہے  
 چوٹی جو پشت پر پڑی ہو

کل برق کو آج تک نہ آئی  
 یا تا رہ نگاہ دیدہ حور  
 چشم خورشید کو رہو جائے  
 چشمہ گف دست نازنین ہے  
 ہے خجستہ آفتاب مشہور  
 مرقوم ہے پنجسورہ پاک  
 پنجہ ہے حمزہ نظامی  
 فوارہ نور ہر سرگشت  
 یا آئینہ یا ہے مہر روشن  
 یا سورہ نور کا ورق ہے  
 لوح محفوظ ہے وہ سینہ  
 یا نور کے گھر میں نور کے برج  
 یا محل تافتہ جوانی  
 مستی میں اولٹ دیے پیلے  
 سینہ تو ہے لوح یہ دو امین  
 اس حصن میں حسن ہے نظربند  
 یا چاندنی چوک ہے نظربین  
 دریا کی مثال مستند ہے  
 شفاف شکم سے دکھو لکھو

دل میں نہ بھی نہان رہے بات  
 کہتا ہے یہ ناف کو نطفہ را  
 یا قصر شکم ہے در ہے وہ ناف  
 یا سخت پٹری ہے چشم جو یا  
 موہوم ہے وہ کمرہاں تک  
 اک زلف کا بال ہے کمر کیا  
 اشارِ عیوب کی ہے  
 یوں عقدہ کشا ہے طبع کشا  
 تعریفِ سرین میں عقل کم ہے  
 میکش یوں مست گفتگو ہیں  
 ایوانِ حیا میں باہین چلا ہے  
 اب پاس چلا ہے کیا میں بولان  
 کیا خاک گھر کی آبرو ہے  
 ساغر نہ کہوں صدق نہ جانوں  
 عقدہ کھلے چاک پر جو ہو غور  
 راہین لبوس میں ہیں مستور  
 پنہان بادل میں بجلیاں ہیں  
 ساقوں پہ نقین ہے شاعروں کو  
 لایون میں ہے لام الف کا نقش

ظاہر ہو شکم سے بے بات  
 ہے ماہِ شکم تو ناف تارا  
 یا بھر شکم بھنور ہے وہ ناف  
 وہ ناف ہے نقش دیدہ گویا  
 صانع نے دیا ہے نقطہ شک  
 شاعر کا خیال ہے کمر کیا  
 دو ہستیوں میں نہان عدم ہی  
 ہے تارِ نگاہ دیدہ ناف  
 خاطر کو گراں مثالِ حم ہے  
 میخانے میں فقری سبویں  
 لاکھ دھڑے ہیں آفتاب  
 ایسی نہیں یہ گرہ کہ کھولوں  
 غنچے میں مستام گفتگو ہے  
 گندم جو کو کبھی نہ بانوں  
 عاشق کا جگر ہے چھ نہیں اور  
 شمعین فانوس میں ہیں مستور  
 مضمون الفاظ میں نہان ہیں  
 مصرعے ہیں یہ بیشن کے  
 مرقوم ہے صاف صورت

سمجھے نہیں کوئی ان کا ثانی  
ہے روئے پری کہ چہرہ حوالہ  
ہو تو سس قزح مرید ناخن  
رو آئندہ درہین مہ و مہر  
بہر نقش قدم اک آئندہ ہے  
ہر ایک قدم پاک قیامت  
دیکھا دیکھی بھر آئے دیدے  
سو دایا درد سر خرید  
بجلی تو کہین حلے کہین گھر

کی دست کرد جانب معانی  
پشت کف پہ ہے بسکہ پُر نور  
اسکان میں ہو جو دید ناخن  
ظلوون پہ تارہین مہ و مہر  
روشن وقت معائنہ ہے  
چلنے میں دکھائے وہ قامت  
سننا تھا کہ جی میں آیا جی دے  
تصویر کو دے کے زرخریدا  
کیا بخت ہے اور کیا مہتر

### شہزادے کا تمل لانا اور وزیر زلفے کا بچھانا

پھر دے شد جام ساقی  
حملہ نشے کا ہوش پر ہو  
وہ داغ نصیب ماہ عالم  
نا واقف کو چہ بلا تھا  
خاطر تھی کشیدہ میکشی سے  
شیشہ کف دست کا تھا چھالا  
چہرے میں تھا دھوپ چھاؤ گانگ  
یا برقی تھی بقیہ راریا وہ  
جس آگ سے آگ ۲ ہنم

توبہ کو مرا سلام ساقی  
مستی کی بہار جوش پر ہو  
وہ صاحب تاج کشور غم  
گوارہ ناز میں بلا تھا  
بیدل ہوتا تھا دلگی سے  
چشم پُر آب تھا پایالہ  
تھا بسکہ گھڑی گھڑی نیا رنگ  
یا ابرق اس کا ریا وہ  
بھڑکی دل میں وہ آتش غم

اشکون کی وہ چشم سے روانی  
 انجان کا عشق جی پہ بیٹھا  
 دچھپ تھی ایسی شکل اوس کی  
 آبرو تلوار ہو یہ مانا  
 کاگل ہو بلا زمانے بھر کو  
 آنکھیں خوشخوار ہوں بلا سے  
 قندار سہی نہال تھا وہ  
 اختر ابن زہیر اوس کا  
 بھلنے لگا کہ ہر کمان دھیان  
 اصلی ہے یہ احتمال ہی کیا  
 بے جان پہ جان کون واسے  
 سوکھے کو ہر آنہ جانے کوئی  
 موتی کا گمان جناب پر کیا  
 کیونین پیچ میں ہو کیون تم  
 قصہ نہ بڑھے برتاب کا کل  
 ہے باد ہوائی چاہ کی لہر  
 جلکر نہ لگا بین آگ پر خواہ  
 سلطان سے کوئی جڑے تو کیا ہو  
 یہ چاہ بہت رنج کی نشانی

بادل پھرین جسکے آگے پانی  
 دل ربکے اوٹھا اوسی پہ بیٹھا  
 نظرون پہ چڑھی تو دل میں تری  
 لیکن مہر عید اس نے جانا  
 سر پہ تھی لیکن اس کے سر کو  
 اچھسا بیمار ہوں بلا سے  
 سر آنکھوں سے پائمال تھا وہ  
 ہر راز میں تھا مشیر اوس کا  
 اس حسن کا بھی کہیں ہے انسان  
 فرضی ہونا محال ہی کیا  
 کیا خوب ہیں ولولے تھارے  
 لکھو نہ کو کھرانہ مانے کوئی  
 پانی کا یقین سراب پر کیا  
 یوسف نہیں ہوش کیون ہو کر  
 پھولے کہیں شہر میں نہ یہ گل  
 چھوڑین نہ شکار نے مرد شہر  
 بڑھ کر نہ کنوین جھنکائے یہ چاہ  
 اوٹھی بیدھی پڑے تو کیا ہو  
 پیر جائے گا آبرو پہ پانی

<p>             دھن چھپرے سے اور ہود و بالا              دم جانے پہ ہے تو جبر کیا              شیشہ نہیں آسرا کے لڑکے              کچا نہیں اڑکے جو ہوا ہو              جو ہو سو ہو بلا سے اب تو              مین کیا مری بات کیا کہ لانے              بنیا و جباب نہر مین کیا              قفل در لب ہوئی خموشی              سلطان کا ماہ عالم کو سمجھانا آخر نسبت کا خط لکھا جانا           </p>	<p>             ہولا کہ نہ چھپرے راک مال              دل آہی چکا تو صبر کیا              دین نہیں آرزو کہ چھوٹے              ید رنگ نہ رنگ عشق کا ہو              پالا ہی پڑا قضا سے اب تو              سمجھا کہ شری کیا خدا نے              تیکے کا شمار لہر مین کیا              سو بھی سر دست پر وہ پوشی              سلطان کا ماہ عالم کو سمجھانا آخر نسبت کا خط لکھا جانا           </p>
<p>             رندون کی نظر خدا پہ ہے آج              پائین تو مزہ نہ پائین تو صبر              آندھی نہیں تھمتی آدمی سے              گھر بیٹھے وہ اور ہی کہین تھا              گل سے ہوا خار ہوتے ہوتے              تلوار پہ چل رہی تھی تلوار              موجیں تھین سراب کی زمین ہم              دوشیشہ تھے زردے سے خالی              چاندی کی رگڑ سیا ہی لائی              دل شوق نہیں بلکہ سرد بھی تھا           </p>	<p>             مانا سانی ہوا پہ ہے آج              مے دے تو بھلا نہ دے تو کیا جبر              دل آکے رکا نہیں کسی سے              شہزادہ کہ آپ مین نہیں تھا              صورت ہوئی زار روتے روتے              آنا جانا نفس کا ہر بار              لاکھوں شکنیں پڑیں جبین پر              گالوں سے جواڑ گئی تھی لالی              ادانتوں سے کہو دی لب پہ آئی              منہ فقی نہیں بلکہ زرد بھی تھا           </p>

وہ قد تھا بول بھول سب زرد  
 تھیں برف سے بندم کی راہیں  
 سولا کئی صاف رنگت اگلی  
 ایسا بہکا کہ سام توڑے  
 آنکھوں میں برنگ خار کھٹکا  
 احباب کے تپنگ کی طرح  
 بات آکے پڑی تو لب جلاکتے  
 دامن کے تلے چراغ کبتک  
 قمری کسی سرو کا ہوا یہ  
 دل دے لیا ہے غم پرے  
 آنسو پکے مگر کی صورت  
 گل کو لینے چلے ہوا خواہ  
 یاسینے سے آہ تالاب آئے  
 دامن غبار میں چھپی دھوپ  
 دن رنگ میں ہمسوا و شب  
 کچھ دیر کو ہو قرآن میں  
 چلے چلے ضرور چلے  
 بھون پر تھی شکن زبان پر آف  
 بیچارہ کہ ہر کہ ہر بندھالے

ماتھا تل کان گال لب زرد  
 جل جل کے جو کھینچیں سر آہیں  
 جی جلنے سے بدلی صلوٰت اگلی  
 ہم چشموں کے دل تمام توڑے  
 سینگ جو دامن اوس کا اھکا  
 اوڑ بھاگے عزیز رنگ کی طرح  
 ہمدم بسوقت سب جدا تھے  
 پتھان ہے دل میں داغ کبتک  
 رفتہ رفتہ اوڑی ہوا یہ  
 باتوں باتوں سننا پڑنے  
 دوش اسکے اوڑے خبر کی صلوٰت  
 آنکھوں کو تھی نور دیدہ کی چاہ  
 گرم آئے وہ جس طرح تپ آئے  
 دیکھا نہ وہ رنگ ہو نہ وہ روپ  
 رخ صاف تھا پہلے تیرہ اب  
 کی غرض کہ ہیں حضور بیچیں  
 اٹھیں اٹھیں حضور چلیے  
 اٹھنے میں تھا ضعف سہ کلفت  
 زانو پکڑے کمر بندھالے

صدمہ دل پر تڑپ جگر تین  
 اٹھ بیٹھ کے وہ غبار کی طرح  
 آغوش طلب پد رنے وا کی  
 صدمہ تھا ملال تھا فراق تھا  
 ٹوٹا ہوا دل حجاب آسا  
 پلکین جو نہ کہ تین پردہ داری  
 تھے سوزش غم سے خشک لب  
 سلطان نے غبار اوسکا تاڑا  
 بیانی دل اوہ بھارتی تھی  
 دل تنگ ہوا تو عتدہ کھولا  
 غم غار میں جسے نکالوں  
 غم کی آگ نہیں کہ بجھ کے بجائے  
 دنیا پر یہ اضطراب کا رنگ  
 دل میں تب غم نے داغ ڈالے  
 دشت سے حواس خموش شد  
 ہر مہ تھے تمام دم کے ساتھی  
 ہی جان سے جان نثار تیار  
 سوزش کی مگر دو اکمان تھی  
 دوسو زین کو سوز دل سنایا

سسکی ہو ٹھونپہ درد سوتن  
 آیا دل سمیٹا رکھ کر کی طرح  
 پہلو میں جگر کی طرح جا کی  
 آنکھیں نیچی تھیں رنگ فاق تھا  
 پھولا ہوا منہ حجاب آسا  
 آنکھوں سے نہ چھپتی اشکباری  
 مہجانی سی نکھڑی تھا ہر لب  
 دہن کی مثال خوب جھاڑا  
 غیرت مگر آنکھ مارتی تھی  
 گرمی دیکھی تو جل کے بولا  
 دھک پیر نہیں کہ کاٹ ڈالوں  
 بیچ آب نہیں کہ ٹھکے پہ جائے  
 تیور کی طرح بدل گیا رنگ  
 جیسے کسی پھل میں بیج کالے  
 چارون ورق عناصر ہر  
 ہمدرد تھے درد و غم کے ساتھی  
 کام ایک کا ہو تو چار تیار  
 ٹھنڈا کرے وہ ہوا کہاں تھی  
 بولا کہ یہ گل سے داغ پایا



جو دیدہ تھا اور چو شنیدہ  
حیرت سے تھے اہل ہوش ششدر  
چپ سُن سکتے مین تھے خرد مند  
ہو ٹھونپ تھے دانت سر پہ تھے ہاتھ  
مجمع مین تھا ایک پیر دانا  
کوچے مین جو رہبری کے آئے  
صورت مین کمان فکرت مین تیر  
منہ صورت عقدہ اُسے کھولا  
میکش کو ہوس ایاغ کی ہے  
دل بٹھ نہ جائے رنج اوٹھا کر  
ایسا نہو نو چشم کھول جائے  
یون خاک تھنے ہو اجنوں کی  
بھوکے کو غذا نہ دیجئے کیون  
عشق اور نصیحت زبانی  
سو دے پہ چلے زبان کا بس کیا  
خسر و کو پیام دیجئے آپ  
پیو نہو محبہ شجر سے ہو جائے  
رستے سے ہے خوب تاجر آگاہ  
ڈھونڈے وہی دلو جسے کھویا

روشن کیا حال نور دیدہ  
تجنا نہ تھا بادشاہ کا کلمہ  
منہ مثل دہیل تھے بند  
سر سے جو ہٹے جگر پہ تھے ہاتھ  
دیکھے ہوئے آنکھوں سے زمانا  
ہون خضر تو رہا ستا بتلے  
بہر شرب غم سحر تھا وہ پیر  
سلطان کو دعائیں دیکے بولا  
پروانے کو کو چراغ کی سے  
دوے نہ یہ چاند داغ کھا کر  
ٹھنڈا گھر کا چراغ ہو جائے  
یاں میل ہواک دو اجنوں کی  
زخمی کی دوا نہ کیجئے کیون  
علسے جلتے توے پہ پانی  
شعلے کی لپٹ کر آگے گس گیا  
اس لعل کا عقد کیجئے آپ  
ہم رشہ گھر گھر سے ہو جائے  
نامہ اسے دیجئے کہ لے راہ  
کلائے وہی دکھ کو جسے بویا

بیمار کیسا دوا بھی لائے | بھڑکانی ہے آگ تو بجھائے

شہزاد کیا گمراہ لگوں کا بھجھانا آخر پیام عقد سے تسکین پانا

<p>ساتی کون کیا جنون جی کا ہے شوق وصالِ دخترِ رز وہ تازہ نہال گلشنِ غم کھینچیں بس آرزو تھپا دلِ مائل دردِ آشنا گم کنے کو تو کم سخن نہیں تھا صد چاک تھا اس لیے دلِ زلالہ بیجا نہ تھی تیلیوں کی حیرت بے شانہ بُرا سوا دِ خط تھا سمجھانے لگے اسے خرد دور کیون بایں کی شکلِ دلنشین ہے بھڑکی ہے جاگ سدرہ ہوگی بکلی نہیں جان کیوں ہے بیتاب نچ بیک نہیں ہے زرد کیوں ہی چہرے پہ غبار چھایا کیوں تصویر کی حیف دل میں جاہو</p>	<p>دیوانہ ہے تیشے کی پری کا دکھلا دے جمالِ دخترِ رز وہ داغِ نصیبِ ماہِ عالم آوارہ مزاج مثلِ بوجھ کشتی طوفان میں ناحتِ رگم چپ تھا گو یادہن نہیں تھا تھا زلفتِ جنون کو شانہ درکار کیا نام کی کچھ نہ ہوتی غیرت حرفِ موجا بجا غلط تھا بھولونہ حسد کو بستہ پرو کیا رات کے بعد دن نہیں ہے آندھی جو اٹھی ہے گردِ ہوگی بدلی نہیں دیدے کیوں ہیں پر آب دل برف نہیں ہے سرد کیوں ہے آئینے پہ زنگ آگیا کیوں بُت ساکنِ خانہ حسد راہو</p>
--	--

<p>             بن جائے نہ جی یہ جان سے دور              گلیوں میں شگونی فطرت سے نہیں              کیوں ہو کے سبک گران ہو سب              ہو چاہے عزیز آبرو سے              اب تم مانو کہ ہونے بیدل              بے ذکر یہ بات لب پر آئے              بے غوطہ نہ ہا تم آئے گوہر              پھول لایے شجر تو لایگا پھل              سلجھے گی اوکھ گئی جو کا کل              لکھ پڑھ کے سنایا او سکونا مہ              امید ہوئی دو اسرے بیجا              زخمی سمجھا دو اکا پچھا پا              ہے غم سے شکستہ دل پہلا              ہے قید پلا میں یہ دل تنگ           </p>	<p>             صورت نہ بگاڑو سنکے رچو              پھل نخل جنوں کے بل ہے ہین              بہکونہ کہ آئے حرف ادب پر              امید نہیں تمھاری خوشی              ہمنے مانا کہ دے چکے دل              بے فکری نہ مدعا بر آئے              بے شمع نہ بزم ہو منور              بر سے گا اگر گھر ہے بادل              غنچہ ہے تو ہو گا پھول گر گل              سمجھا کے بچھا کے لیے خا              نہ حق جو لکھا برا ہے بیجا              دیکھا جو وہ بخت کا سیاہ              خط توڑ کے یہ کیا اشارہ              ظاہر کیا بند کر کے یہ رنگ           </p>
---	---

<p>             تیرا ہی بس ایک دم ہے ساقی              غم کی شیشے کی جام کی خیر              زنج تھا مانسہ شاہ شطرنج           </p>	<p>             تیرے سر کی قسم ہے ساقی              مے ہے تیرے نام کی خیر              سلطانِ مسلم و غم و دلخ           </p>
---	--

سوچا کہ دو اسے کھوئے درد  
صیقل ہو تو آئندہ ہوشیافت  
شہزادے پہ آجی آنے جائے  
سم ہو غم عشق بڑھتے بڑھتے  
پہلے تاج سر کا دل ٹولا  
نامہ تصویر گنج رہا  
خیمے خرگاہ فرش بتر  
پٹا الماس در خوش آب  
لے لے اڑھائی سوت ولے  
نالے مشک ختن کے صدیا  
آرام کی بے شمار چیزیں  
یہ سب سامان لے کے جا اب  
خسرو کو شبیہ نامہ دینا  
ہو سخت تو بولتا بہ نرمی  
کچھ راک جو لائے سازد کھنا  
خطا پائے ہی حل کھڑا ہوا وہ  
دن رات تھا گرم رہا خواہ  
رستے میں نہ دم لیا کسی شکل  
آیا جو نظردہ باب مہید

بھڑکی ہے جو آگ کی بجائے سرد  
کھل جائے گرہ تو رشتہ ہوصاف  
یہ گل کہیں داغ کھانہ جائے  
دم لے تب ہجر چڑھتے چڑھتے  
آبادہ سفر پہ کر کے بولا  
اشتر ہاتھی فنس ہوا دار  
حسد ام مصاحب اور لشکر  
نیلہ کچھراج لعل نایاب  
انمول یہ موتیوں کے ملے  
عنبر حیں کی صفت ہے سارا  
تختے کے لیے ہزار چیزیں  
فردوس کی سمت ہو ہوا اب  
کنا سنا جو اس لیتا  
ٹھنڈا کرنا کرے جو گرمی  
پرواز کرے تو باز رہتا  
حسرت سا نکل کھڑا ہوا وہ  
دن کو تو تھا ہر رات کو ماہ  
فردوس میں آیا روح کی شکل  
لی برج کی راہ مثل خورشید

پردہ تھا کشادہ اور دروا  
 تھا پردہ گوشس پردہ در  
 گھر میں جو سپیدی چار سو تھی  
 انوار سے صحن خانہ لبستر  
 بام افج میں بادشہ کا اقبال  
 تھی پیش نظریہ صورت طاق  
 وہ سقف میں نقشے پر انوار  
 دیکھا کہ وہ بادشاہ دوران  
 جھک کر یہ ادب مثال خامہ  
 نامے سے کھلا طلسم تفت ریر  
 صورت کا بنا و چشم بدو  
 زاہد کیسا ہی بُت شکن ہو  
 دولہا کی پسند تھی دھن پر  
 گلشنِ دخت و زیر اوس کی  
 رہتی تھیں وہ ساتھ ساتھ طرح  
 خسرو نے شبیہ دی ہی کو  
 خلوت میں وہ پہونچی لیکے قصو  
 دیکھی جو شبیر ماہ عالم  
 بر چھپی پڑی نوک سے پلاک سے

گھونگھٹ میں تھی چشم فتنہ گروا  
 نغمے کی طرح سلایا اندر  
 صبح میں اُس در و بر و تھی  
 جیسے دل عابدِ سرخیز  
 محرابِ ابرو سرخ کی تمثال  
 عاشوق میں جیسے چشمِ مشاق  
 پھولے پھولے حسینِ خسار  
 ہے تخت پہ صورتِ سلیمان  
 دی وہ تصویر اور وہ نامہ  
 پستلی ہوئی آنکھ کی وہ قصو  
 سائے میں تھا آفتاب کا نور  
 اس بُت کو جو دیکھے برہمن ہو  
 تھا حصر جوابِ یاسمن پر  
 کھیلی ہوئی اوسکے ساتھ کی تھی  
 پہلو میں دل و جگر ہیں جس طرح  
 تا نور نگا ویا یاسمن ہو  
 بولی کہ یہ دیکھو نقشِ تفت ریر  
 گردن ہوئی مثلِ ماہِ حبشہ  
 دل میں لگی آگ سی چمک سے

تصویر چڑھی ہوئی نطفہ پر  
 الفت کا چہرہ جگر میں کانٹا  
 گلشن فقط اوس گھڑی تھی ہمارا  
 اوس سے کہا دیکھ اسے ذرا تو  
 بونا سایہ قد کہ دل میں جم جائے  
 زلفوں میں پڑا ہو مہیج پر بیج  
 کرتی ہیں یہ پشلیاں اشارا  
 مٹھ کیا کسی پھول کی کلی ہے  
 بین مے کے جناب گال دونوں  
 ہم سے اتنا غرور اچھا  
 ہم مٹھ سے زبان دین تو بولو  
 وہ دختر وزیر ہنسے بولی  
 غیرت کو کمان ہوا بتا دی  
 قمری نہ ہو سواے گل اندام  
 اندھیر ہے بگ پر مے چاند  
 بولی وہ کہ جان جائے دل جائے  
 بولی یہ کہ پی کے مے بہکنا  
 بولی اچھا پستا بتا دے  
 بولی یہ کہ کھل ہی جائے گارا

ہاتھ ایک جگر پر ایک سر پر  
 آنکھوں کو لہو رنگوں نے بانٹا  
 تھی مثل نفس وہ اوس کی مساز  
 ترکت کے عوض بھر ہے جاؤ  
 سبزہ سایہ خط کہ جان سم کھلے  
 حلقہ چشم حین کا ہر بیج  
 پانی مانگ نہ اپنا مارا  
 کہتی ہو ہنسی کہ کھل چلی ہے  
 عکس مے سے بین لال دونوں  
 سمجھ مے حضور چھپا  
 تصویر کو جان دین تو بولو  
 دل کھول کے کیا زبان کھولی  
 چڑیا صدقے کی تھی اورادی  
 پروانے کا شمع سے ہو کام  
 سایہ کرے آفتاب کو ماند  
 اس جسم کی جان کاش بلبلے  
 گل ہاتھ میں آئے تب چمکنا  
 ٹھنڈی ہوئی ذرا ہوا دے  
 کچھ ساز چھڑے تو بکے آواز

تم مجھ سے جو پوچھو اپنے جی کی  
 وہ چیز ہے یہ کہ لے ہی لے دل  
 یہ سن کے اودھر وہ مسکرائی  
 غنچے سے جو نکلی پھوٹ کر بو  
 سب ہمیں چھپتی تھیں ہر بار  
 بان لال ٹپک پڑی تمھاری  
 منہ چومتے واہ ہنسنے دیکھا  
 آخر نہ چھپا بلاؤں کا راز  
 قصیر کی کون ایسی ہستی  
 آنکھیں تو اوٹھاؤ کچھ تو بولو  
 ایسی آئی ہیں یہ کہیں سے  
 انکو سب کچھ ہمیں یہ گالی  
 منہ خوب چڑھا رہی ہو کیا خوب  
 ہے کوئی ذرا اودھر تو آنا  
 لینے لکے چکیاں اشارے  
 آنکھوں کی طرح لڑی کسی سے  
 تیز تو اسے ہوئی نظر کی صورت  
 جھلا کے کسی پہ پیک تھو کی  
 آئینہ چھپی نظر کی صورت

کیا شکل حسین سے کسی کی  
 جو دیکھ سے وہ ہی بدل  
 گلشن نے دھوم ادا صر مچانی  
 پھیلی گھر میں ادھر اودھر بو  
 کیوں جی تھیں آتا تھا بہت پیار  
 صوت ہی تھی اسی پیاری پیاری  
 واہ واہ شہد ہنسنے دیکھا  
 چٹ چٹ کی کچھ آہی تھی آواز  
 اشد تم اور بت پرستی  
 آنچل تو ہٹاؤ منہ تو کھولو  
 غمزے کرنا اجی انھیں سے  
 اولیٰ گنگا بہانے والی  
 انکے لیے رکھو ہے ادا خوب  
 منہ دیکھنگی آئینہ تو لانا  
 بس لوٹ کئی ہنسی کے مارے  
 کاکل سی او کچھ پڑی کسی سے  
 ٹپکا اسے پا کے سر کی صورت  
 منہ ہنسنے چھپا لیا جو چوکی  
 پردے میں چھپی جگر کی صورت

<p>گلشن لائی اُدھاکے تصویر          بولی کہ ہے جو حسب دلخواہ          دیکھی وہی شمع جس کی کوکھی          نامہ تھا کلید باب امید          انعام سادہ کیے نامہ بر کو          طالب سے ملا مزاج مطلوب</p>	<p>خسر و کو دکھایا نقش تفت رید          زہرہ ہو دامن تو چاند نوشاہ          چمکا وہی چاند جس کی ضو تھی          ٹھہرایا قرآن ماہ و خورشید          پتلی نے طلب کیا نطفہ کو          قاصد نے لیا جواب مکتوب</p>
--	--

ناجبر کی پسلی و شہزاد کا سفر طلسمات کی راہ اور پیری کی نظر  
 شہزاد کا راہ پر نہ آتا پیری کے حکم سے قید خانے جانا

<p>اب زندہ ہیں بیقرار ساقی          شد بدل نہیں کوہان سے          کاغذ جو ملا ہوا تھا قاصد          دم چلنے میں منفعل ہوا اس سے          جنگل جو پڑا ہوا تھا راہی          گو گرم روی بہت جتائے          پہونچا جا کر قیاس کی طرح          سلطان کو دیا جواب مکتوب          بھڑکی ہوئی آگ کہ ہوا دمی          مشتاق کا شوق کچھ پڑھا اور</p>	<p>دل پر نہیں اختیار ساقی          دے پھول کہ ہون ہوا یہاں سے          تیز آہ سے کچھ سوا تھا قاصد          عمر گزراں خجل ہوا اس سے          دریا جو ملا بسا وہ ماہی          سورج کی کرن نہ اوسکو پائے          ٹھہرا اپنے حواس کی طرح          طالب کو سنایا حال مطلوب          بارود میں آگ سی لگا دی          دیوانہ تو تھا ہی جن چڑھا اور</p>
---	---



یوں آ کے جامہ خون سرین  
 وحشت کی ہوا تھی کس بلا کی  
 قائم نہ تھا رنگ اس کے رخ پر  
 چھت دیکھ کے کاٹتا وہ راتین  
 کچھ اتنا پڑا تھا در دے کام  
 پڑ جائے جو چشم تر سے پالا  
 پھٹتا تھا جو بار بار دامن  
 صورت دیکھو تو شوق طناہر  
 سودا چڑھ کر جو سر پہ بیٹھا  
 حیرت میں تھا شاہِ مصلحت سنج  
 سوزش بھی تھی دلیں اور خوشی بھی  
 اہم دھی تھمتی محال تھا یہ  
 نزدیک آئی پس کی دوری  
 اسباب حزن انہ فیل رہا  
 سب دیکھو اسے کیا روانا  
 ہاتھی پہ وہ مہر جلوہ گر تھا  
 ہودج کا وہ اونچ چشم بدو  
 اس حد کو لٹھا کے سر نظر کی  
 خود قلب میں چار سمت لشکر

جیسے کوئی بیٹھے اپنے گھر میں  
 دامن کی کٹی کلی جدا کی  
 جو رنگ آیا تھا وہ دم بھر  
 کرتا کر یوں سے پروں باتین  
 تھا آہ کا کام نس کا نام  
 بھورے پاؤں کا منہ ہو کالا  
 نگر وں سے بنے ہزار دامن  
 پر تول رہا ہو جیسے طائر  
 دل گھر سے اڑٹھا سفر پہ بیٹھا  
 شادی کی خوشی تھی ہجر کا رنج  
 تھی دھوپ بھی اور چاندنی بھی  
 پانی رکتا نیچال تھا یہ  
 سامان سفر ہوا ضروری  
 جو کچھ ہر سفر صحت اور کالہ  
 آگے سمجھایا پیش آنا  
 یا جلوہ برق طور پر تھا  
 نکلا پے دید بھر سر پر نور  
 پچھم کو گری کلاہ سگری  
 تھا بیچ میں چاند گر خستہ

ساتھ ابن وزیر بھی سدھارا  
 پوچھتا جبر نے مجھ سے  
 نزدیک کی ایک دوسری ایک  
 لاعلم کہ دم سے تہ کاہ  
 آمدھی کو پکڑ سکے نہ کوئی  
 کس شے سے ہو میرا ستانہ  
 تھارہ رو کو پہ بلا وہ  
 سورج چب ڈوبنے پر آیا  
 وہ چاک مر غنرا میں وہ  
 رنگ گل کا وہاں یہ تھا جوش  
 یہ تھی سر شاخ شکل لالہ  
 پٹی پٹی پہ ہو غم جمی دین  
 بوٹوں سے چلے نہ پال قد کی  
 پھولوں کو جو دیکھیں گال پتائیں  
 ہم پر شمع جو ترس جمن ہو  
 غنیہ منہ سے کہے کہ تو کس  
 دلکش راہین ادھار دھری کی  
 سمجھہ تھیں جاجب اوہلین  
 چشمہ تھا کین تو دشن تھا

پہلو میں قمر کے تھا ستارا  
 راہین دوہین چلین کدھر سے  
 نزدیک کی بدھ دور کی نیک  
 بولا کہ چلو قریب کی راہ  
 سیلاب سے لڑ کے نہ کوئی  
 شعلہ نہ ہو خار و خس کا پانہ  
 تلوار کی دھار پر چلا وہ  
 دنیا نے لپاس نہ رد پایا  
 تھا صورت گل بہار میں وہ  
 سائے سے زمین ہوئی تھی گلپوش  
 جسے کہتے رند پر پیالہ  
 کٹنے پلکوں سے نوک کی لین  
 امید ہو پائمال و شد کی  
 سنبھل اوجھے تو بال پتائیں  
 نشہ سب آنکھ کا حیرن ہو  
 مجھ سے اور تجھ سے گفتگو کیا  
 سیدھی جن سے ہو مانگ سہ کی  
 دل جتنے ہوں کا کلونیں لین  
 پانی عسرق رخ حسین تھا

تندی وہاں ایک دیکھی جاری  
 لہرائی طبیعت اوس تہ کی  
 جب کٹ گئی زلفِ شبِ سحر گاہ  
 تھک تھک کے جو سوئے تھے وہ جاگے  
 فسوں کی روش تھی سحر کا رنگ  
 دن صورتِ مہر چلتے گذرا  
 چل پھر کے تھا مرغزارِ مسکن  
 راہی ہوتا جہان سے ہر بار  
 رستے سے کھلا نصیب کا پھیر  
 گلشن سے نکل سکا نہ اس طرح  
 اک شب کہ تھی کاکلِ عیشِ ہم  
 یا بخت سیادِ اہل زنا را  
 شہزادہ کہ ماندہ ہو گیا تھا  
 پہرے والا چہ لیا کھویا  
 لائی چکرین گردِ شسِ بخت  
 اک بوین سے حورِ چہرہ کلقام  
 بولی کہ ہے رنگ کچھ نیا آج  
 اس غنچے میں یہ شکوفہ کیا ہے  
 منظورِ نظر ہو اظہار

ہو خلد کی جس سے آبیاری  
 شب چاندنی میں وہیں بسری  
 روشن ہوئی مانگ کی روش راہ  
 ہیئت کی طرح بڑھے سب آگے  
 لائی وہ بہار کچھ نیا رنگ  
 چلتے نہیں بلکہ چلتے گذرا  
 تھا مرکزِ دائرہ وہ گلشن  
 آہنا وہیں پھر کے مثلِ پرکار  
 روشن یہ ہوا کہ ہو گا اندھیر  
 گونگے کے دہن سے بات جس طرح  
 ہمنگِ باسِ اہلِ باقم  
 یا فردِ حسابِ عِشِ کفار  
 ماند نصیب سو گیا تھا  
 مردوں سے وہ شرط بد کے سویا  
 گذرے پریوں کے اوپرِ تخت  
 خورشیدِ جمالِ مشتری نام  
 پر لی نظر آتی ہے ہوا آج  
 جنگل میں عجیب گل کھلا ہے  
 ٹوٹے جیسے فلک سے تارا

سائے کی روش قریب آئی  
 یوسف جو ہوا سبز زحی سے  
 جنگل میں ملا جو یہ خستہ زانا  
 یوں بند آنکھیں تھیں سب کی کبیر  
 نشہ بے خواب کا تھا سر جوش  
 قابو پایا پری نے اوس کبیر  
 آغوش میں شکل اوس حسین کی  
 یہ تھی حلقے میں شانِ معشوق  
 جنگل سے ہوا ہوئی ہوائی  
 بلکون سے کھلی نقابِ غفلت  
 آنکھیں جو کھلین نصیب سویا  
 بدلائن نظر آیا کا حسانہ  
 چکر میں سرِ ضعیف کی طرح  
 تھی خوف سے سانس دم چلے  
 دل جسم میں یوں ہوا فسرِ وہ  
 رگ رگ میں چھپی تھی جانِ ڈر سے  
 آنسو پٹ پٹ ٹپک رہے تھے  
 دونوں چشموں کا تھیل کھیا  
 ناحس کے ڈر سے تھر تھرایا  
 اوس چاند پہ مثل ابھری پائی  
 دل چاہ میں گر پڑا خوشی سے  
 چوری کا خیال جی میں ٹھاتا  
 جیسے ہوں بند رات کو دور  
 سر کی نہ خبر نہ پانوں کا ہوش  
 قبضہ کیا مشتری نے اوس پر  
 تمثال تھی حرفِ دل نشین کی  
 جیسے منہ میں زبانِ معشوق  
 گل لیکے نہال گھر میں آئی  
 چوکا وہ مستِ خوابِ غفلت  
 کانپا سما غریب رویا  
 اوجھاز لقون میں جیسے شانہ  
 حسرت کمرِ خیف کی طرح  
 کیا جان جو منہ سے باہر لے  
 ہو بزم میں جیسے شمعِ مرودہ  
 دانتوں میں دبی زبانِ ڈر سے  
 دوشے زمین پر بے تھے  
 گنگا جنت کا میل کھیا  
 تھا سر کو بلا پری کا سایا

سائے کی روش قریب آئی  
 یوسف جو ہوا سبز زحی سے  
 جنگل میں ملا جو یہ خستہ زانا  
 یوں بند آنکھیں تھیں سب کی کبیر  
 نشہ بے خواب کا تھا سر جوش  
 قابو پایا پری نے اوس کبیر  
 آغوش میں شکل اوس حسین کی  
 یہ تھی حلقے میں شانِ معشوق  
 جنگل سے ہوا ہوئی ہوائی  
 بلکون سے کھلی نقابِ غفلت  
 آنکھیں جو کھلین نصیب سویا  
 بدلائن نظر آیا کا حسانہ  
 چکر میں سرِ ضعیف کی طرح  
 تھی خوف سے سانس دم چلے  
 دل جسم میں یوں ہوا فسرِ وہ  
 رگ رگ میں چھپی تھی جانِ ڈر سے  
 آنسو پٹ پٹ ٹپک رہے تھے  
 دونوں چشموں کا تھیل کھیا  
 ناحس کے ڈر سے تھر تھرایا

منحوس اوسکے لئے پری تھی  
 آنکھوں سے قضا چڑھی نظر پر  
 پوچھا کہ یہاں میں آیا کس طرح  
 پوچھا یہ ستم کیا ہے کس نے  
 پوچھا شکر کہا کہ ہاں تھا  
 بولا یہ غضب تو بولی خاموش  
 بولا کہ نہیں تو بولی بیکار  
 بندہ مجبور چارہ کیا تھا  
 آنکھوں کو یہ بخود دیئے گویا  
 تن جلنے لگا دھوان بنے بال  
 آواز کو خوف تھا نہ نکلتے  
 سر مثل نطنز جھکا ہوا تھا  
 ہودل کا غبار صاف کیا خاک  
 دانائی تھی ختم اوس پری پر  
 سوچی ابھی جال میں پھنسا ہی  
 بوہے جو دماغ میں وطن کی  
 دیوانہ نہ ہو کڑی اوٹھا کر  
 ہو رام وہ سالہ نکالو  
 روٹھے ہوئے کو منانے بیٹھی

گویا کہ زحل وہ شتری تھی  
 چتون سے پھری چلی جگر پر  
 بولی کہ قرار دل میں جس طرح  
 بولی تمہیں دل دیا ہے جس نے  
 پوچھا کہ ملے گا بھی کمانا  
 بولا کہ پھر اب تو کھولی آغوش  
 بولا کہ رہائی بولی دشوار  
 جو حق کی رضا جارہا تھا  
 دم ہی نہ تھا پتلیوں میں گویا  
 تھے بھاڑ کے دل نے جسم کے خال  
 دم ہی نہ تھا ہونٹھ کے اچلتے  
 دم صورت دل رکھا ہوا تھا  
 کھٹکا تھا کہ چھینکتے کٹے ناک  
 اوڑتی چڑیا کے گنتی تھی پر  
 بھڑکے مجھے تو دور کیا ہے  
 ناساز ہوا ہے اس چمن کی  
 اٹھارے نہ اٹھ گئے ناؤ کھا کر  
 دم دھاکے کا جال سپہ ڈالو  
 بگڑے ہوئے کو بنانے بیٹھی

چھیرا اوسے حسین ساز ہو جائے  
 بہلائے لگی کہ غم کو ٹالو  
 ٹیڑھے نہ ہو رخ اوچر نہ پھیرو  
 اتنی نہ کرو دکھائی دیکھو  
 وان شوق عدو ہے پردہ پوشی  
 وہ مثل زبان بے ادب تیز  
 جوش اسکو جو تھا شباب کی طرح  
 بدست وہ تھی شعور کیسا  
 جسم ہوئی بند چشم خورشید  
 پردہ کیا فاش راگ لائی  
 باہر ہوئی جامے سے ہوس میں  
 یان دل کو ہوا جو اور کی تھی  
 پھیلی وہ تو یہ سٹ کے بیٹھا  
 لین اسنے بلائیں تو یہ چٹکا  
 معشوق کھنچا جو صورت ساز  
 بدلی حیرت کی منہ پہ چھائی  
 امید شکست کھا کے ٹوٹی  
 دل غم سے بھرا یا غ کی طرح

چھٹے دیے تا غبار دھو جائے  
 منہ کھول کے غصہ بھوک ڈالو  
 دیکھو دیکھو نظرسر نہ پھیرو  
 ہونٹوں پہ ہنسی وہ آئی دیکھو  
 یان تنہا زبانی خاموشی  
 یہ اشک الم سے ظرافت لبریز  
 دن بھر جلی آفتاب کی طرح  
 ظلمت چھائی تھی نور کیسا  
 روشن ہوئی شمع برہم آسے  
 کاکل سی بڑھی سپنے آئی  
 لین اسکی بلائیں دیکھتے ہیں  
 کانٹا سی پری کھٹکتی تھی  
 آگے جو بڑھی تو ہٹ کے بیٹھا  
 ہاتھ اسنے بڑھایا اسنے جھٹکا  
 دل بیٹھ گیا یہ شکل آواز  
 چھوٹی مہتاب پر ہوئی  
 بستی رحمت کی دکھنے لگی  
 شب بھر وہ حلّی چراغ کی طرح

وصل پر مشتری کا اصرار۔ موقوفہ عالم کا انکار

# مشری کا جھلانا شہزادے کا قید خانے جانا

لا باذہ لالہ رنگ ساقی

دم آیا لبون پہ دم نہ دے اب

اک پاگنی مشتری کی تفت ریر

گل تر تھے کہ گر رہی تھی شبنم

دیواروں سے باتیں کر رہی تھی

کیونکر دل بھیت رارید لے

کی صبح گھر بجب اگر افسانے

جل بھٹنے اونھی وہ گرم نالہ

نُخ لال تھا آتش غضب سے

سر پر اس کے بلا سی آئی

صدے کی طرح اسے اٹھایا

تھی سر پہ اجل کھڑی ڈراوہ

کروٹ بدلی فطرت بدل کر

نظروں سے تھا مثل اشک گرنا

ان ہاتھوں کو دسترس نہیں پائے

بکلی بھی تو بس نہیں کی آواز

منہ دیکھ کے بگڑی منہ بنایا

لیکی جھلا کے آدمی پر

ہوں صورتِ غنچہ تنگ ساقی

عمر کی کوئی حد نہ دے اب

معلوق کھچا جو مثل شمشیر

گالوں پہ روان تھے اشک بہم

دم جو شس جنون کا بھر ہی تھی

پہاڑ اٹھنے ہزارید لے

کو با سینے کو شب بھرا دے

گواہ ہو سکے داغ مثل لالہ

شہزادے یہ گرم تھی وہ شب سے

آئندہ بھی سی اوٹھی ہو اسی آئی

سو تانا سند بخت پایا

چو نکا تو فطرت لرزی ڈراوہ

دل سرد تھا کھینچی آہ جل کر

قسمت کی طرح وہ اوسکا پھرنا

ہاتھ اٹھنے ملے کہ بس نہیں پائے

پھر ساز جو چاہا پایا ناساز

منہ کی کھائی تو غصہ آیا

تہر آیا کہ جن چڑھا پری پر

بولی کہ یہ برفانی کیوں جی  
 دیکھی تر چھی نگاہ کیا خوب  
 سمجھے نہ بشر کو تو پری کیا  
 سُرخ پھیرے ہو رنگ ہے نرالا  
 زرد پردہ ہے کون پردہ کھولو  
 بت بنکے کس پہ جان دے کر  
 کس شمع سے لولکائے ہو تم  
 کیوں زرد ہو جیسے زرد ہو برگ  
 ادھن میں ہو کیوں یہ کیا بلا ہے  
 کیوں جی نہیں دیتے ادھر کیوں  
 ٹیڑھے نہوید مٹی بات یہ ہے  
 محب کو رو و جو رو و پیارے  
 بیدل ہو تو آؤ مجھ سے دل لو  
 سمجھا نہ کہ داغ کھائیگی یہ  
 غافل کہ کرے گی چوٹ کد سے  
 سودا گھر بیٹھے مول لینا  
 وہ عشق زین دکھائے جس نے  
 سب کہہ کے کہا کہ لاگ یہ ہے  
 بایں بھی وہ ہوئی محب بھی

تم سے اتنی رکھائی کیوں جی  
 سب جان اللہ واہ کیا خوب  
 جو دُر کو نہ پر کھے جوہری کیا  
 ہے دال میں کچھ نہ رکھالا  
 آنکھیں نہ دکھاؤ منہ سے بولو  
 چپ سُن ہو کسے زبان دے کر  
 کس چاند کا داغ کھائے ہو تم  
 کیوں ملتے ہو ہاتھ جیسے دو برگ  
 کس زلف کا بیج پڑ گیا ہے  
 کعبہ نہیں میں جھکنا ہے سر کیوں  
 میں جس سے دلوں نہ کھات یہ ہے  
 آنکھوں سے نہ ہاتھ دھو و پیارے  
 روٹھے ہو گلے لگاؤن مل لو  
 جل کر محب کو جلائیگی یہ  
 جاؤں گا کہاں میں نہی کے رد سے  
 قیمت میں وہ نقد ہوش دینا  
 وہ چاہ کنوین جھنکائے جس نے  
 جو دل میں لگی وہ آگ یہ ہے  
 امید بھی ٹوٹی اور دل بھی



وہ پیار گیا وہ چاہ بدلی  
 آمادہ ہوئی جہنا پہ جی سے  
 غصہ تھا کہ قہر تھا خدا کا  
 گیسو تھے کہ دام تھے بلا کے  
 پلکین اسکی تھیں یا سنا میں  
 پتلی تھی پھری تو پلکین گد کے  
 ویدے آنکھیں بدل رہے تھے  
 نظروں سے گرا دیا نظر نے  
 پلکوں نے چھوئے خار رخا  
 باتیں کرتی تو زہرا و گلنتی  
 گردن سے لپٹ کے مثل گیسو  
 کیوں مجھ کو کیا پکا کے پھوڑا  
 پانی کو نہ پیاس میں کہوں میں  
 دھن اور تھی اور رات نکلا  
 جو میں کہوں تو کرے نہ وہ بات  
 تو مجھ سے لڑے یہ جان تیری  
 تو کیا تجھے جسکی دھن وہ ہے کیا  
 تو مجھ سے نہ اُد کہ میں پری ہوں  
 چاہوں تو اُسے ہلاک کروں

دیکھا دیکھی نگاہ بدلی  
 مرتج بنی وہ مشتری سے  
 چتون تھی کہ تیر تھا جہنا کا  
 ابرو تھے کہ نیچے قنل کے  
 یا سانپ تھے بال یہ زبا میں  
 تل تھے شر آتش حد کے  
 خنجر سے وہ ہوٹھ چل رہے تھے  
 گیسو لگے مار مار کرنے  
 قدم روکے بیڑ سے بنا دار  
 چلتی جو زبان بر بھی چلتی  
 کہنے لگی سن تو او جفا جو  
 کیوں شیشہ دل کو تو نے توڑا  
 بس چاہ میں باؤلی رہوں میں  
 پانی تجھے سمجھی آگ نکلا  
 میں دن جو کہوں تو تو کے رات  
 اے خالق پاک شان تیری  
 میں برق وہ نے ثبات نے کیا  
 روشن ہے کہ آگ سے بنی ہیں  
 بھڑکوں تو جلا کے خاک کروں

کیا خاک کا خاک میں ملانا  
 آنکھیں نہ بدل گئے مجھ سے  
 ہونٹوں کو تو کھول ہے کہاں تو  
 غصے سے وہ لال غم سے یہ زرد  
 صورتِ باغِ غم اٹھایا  
 بولا تو آگ ہو کے کیا پائے  
 دل اس کو دیا تو رہ گئی جان  
 مہیہ قسم نہیں کہ ٹوٹے  
 چھوٹے گی نہ جستجوئے فردوس  
 یاں پائے بشر ہٹا ادب سے  
 جینا کیا اس نے مشکل اس کا  
 سر ہر غم وہ آئی شامت آئی  
 دشمن ہوئی جان کی وہ جی سے  
 اک دیو تھا سنگدل بلا کا  
 صورت وہ کہ بدنامی سب ختم  
 وانت اس کے کہ زرد زرد تھر  
 اہر دم شکنوں سے چہرہ بد  
 لیکن اس نے خدا بچائے  
 آنکھیں وہ ہلا پھر بے بلا گرد

نقشِ کف پا کا کیا مسنا  
 پچھتاؤ گدا دیکھ لڑکے مجھ سے  
 کیا منہ میں بھرے ہو گھنگنیاں تو  
 گرم اس کا مزاج اس کا دل سرد  
 جو دل میں تھا جوش منہ پہ لایا  
 مٹی ہوئیں آگ جس سے بجائے  
 یہ بھی ترے ہاتھوں سپہ قربان  
 غلامش و صبا نہیں کہ چھوٹے  
 دم نکلے تو جاکے سوئے فردوس  
 وان آگ ہوئی پیری خشک  
 منہ دی کی طرح ملا دل اس کا  
 آفت آئی قیامت آئی  
 آنکھیں دکھلائیں دانہ سپے  
 جامہ پہنے ہوئے قصا کا  
 زنگت جس پر سوا دشب ختم  
 دود و انگل دہن سے باہر  
 لیتا ہوا لہریں بحیرہ اسود  
 نیزے ہیں یہ زہر کے گجھا کے  
 فتنے ان پتلیوں کے کشا گرد

لب ہل کے دکھاتے ہیں کرمات  
 بولی اوس سے کہ یہ ستمگرا  
 ہٹ مجھ سے کرے غضب خدا کا  
 تو قید سے اسکی آبرو لے  
 زنجیر کے سلسلے میں یوں ڈال  
 تن کھٹکے جو بال ہو تو جانوں  
 وہ دیو چلا تنگ کی طرح  
 دامن اسکا تھا ہاتھ اوکے  
 اک دشت نظر پڑا جنون خیز  
 بالو وہ کہ بھاڑ سرد ہو جائے  
 دھوپ ایسی گرمی نہ دہریں ہو  
 سرد اوس سے ہو گرمی جوانی  
 وسعت سے خیال کو نہ دست  
 وان موج ہوا تھی تیغ آہن  
 وان شاخ شجر تھی مارِ خو نخواست  
 اوس دشت میں ایک قید خانہ  
 وحشت کے لیے بنا تھا وہ گھر  
 غفلت سے شرب فراق ڈر جا  
 انگلی سے دل بخیل ہو تنگ

تپتی ہیں کہ کاٹ دیتے ہیں بات  
 ہے میری رگِ جگر کو نشتر  
 پستلا ہے یہ آدمی بلا کا  
 جسمین یہ عزیز چاہ بھولے  
 چونی میں کسا ہو جسطرح بال  
 یہ ماہ ہلال ہو تو جانوں  
 دوڑا شیشے پہ زنگ کی طرح  
 سایہ سا چلا یہ ساتھ اوکے  
 مثل دل فقیں وحشت انگیز  
 ٹیکے سے پہاڑ گرد ہو جائے  
 اوس سے تب لازمی زمین کو  
 تلوار کی آنچ ٹھہرے پانی  
 چھوٹا کین دامن قیامت  
 وان نقش قدم تھا چشم دشمن  
 وان برگ تھا شاخ میں سرمہ  
 تھا مرغ جنون کا آشیانہ  
 چشم اہو بھت ساحلِ قمر  
 عاشق کی نظر سے زلف اوٹھ جا  
 فتن ہو گرمی سے دھوپ کا رنگ

سکے سے جنون ہو پری کو  
 برج عقرب میں چاند آیا  
 یوسف تھا میان چشم یعقوب  
 زندہ در گور بھتا وہ گویا  
 آنے جانے کو پاس دم تھا  
 زنجیر بھی ہو کے چپ نہ بولی  
 آنکھ کے میں تھی جلے سیما

گنتا وہاں کون آدمی کو  
 بیکس نے وہ قید خانہ پایا  
 تاریک مکان میں وہ خوش اسلوب  
 یون چپ تھا کہ چور تھا وہ گویا  
 کھانے کو جو پوچھتے تو غم تھا  
 بند آنکھ جو ڈرنے کی نہ کھولی  
 وہ مجلس گرم اور وہ بتاب

ماہ عالم کے ٹھو جانے سے ساتھیوں کا گھبرانا اور  
 ایک درویش کے سبب سے پھر ہاتھ آنا

ساقی کوئی حجام بادہ لانا  
 قفسِ دل در تو یہ آج ٹوٹے  
 لشکرِ دشت جنون میں برباد  
 آپٹل کی طرح زمین پہ لوٹے  
 پلکوں کی مثال ملتے تھے ہاتھ  
 فوس ہے اے نصیب فوس  
 اعضا میں نہیں ہے جان اتو  
 بو باغ سے نکلے بے ہوا کب  
 پتھر سے شہ نہ آپ نکلے  
 بایان قدم آپ کا کدھر ہے

آبادہ جو رہے زمانا  
 دل کشمکش بلا سے چھوٹے  
 شہزادہ اسیرِ دم جیسا  
 بیچینی سے سب وہیں پہ لوٹے  
 چھوٹا تھا جو نورِ چشم کا ساتھ  
 بولے بچھڑا حبیب افسوس  
 اتون میں نہیں زبان اتو  
 خود ہکو وہ چھوڑتا بھلا کب  
 دریا سے گرنے آپ نکلے  
 اے حضرتِ بخت کیا پتھر ہے

سیدھا رہا ہم سے شام تک تو  
 ایسی آنکھوں پر نیت در چھائی  
 غفلت میں یہ داغ دے گیا چوہ  
 تھا گشت میں شب کو اوستہ تو  
 آنکھیں کھولے ہوئے تھے تالے  
 یہ سچ ہے ہوا نہیں تھی شبکو  
 اندھی ہوئی ہائے شمع روشن  
 مانا پردے گرے پڑے تھے  
 پردہ نہ کھلا کہ ہے یہ کیا بھی  
 اختر کہ فراق سے تھا غمناک  
 غفلت ہوئی پردہ رخ ہوش  
 طالع سے تھی ایک شکل باہم  
 سوتے میں نصیب اسکے جاگے  
 چونکا تو نگاہ میں تھی صورت  
 تالہ سا چلا اثر کا جو یا  
 اوس دشت میں ایک باغ پایا  
 اشجار ادا صر اور ہر کھڑے تھے  
 بلبل کی صدا کا پاک انداز  
 خوشے میں نہ تھے چمن کے انگو

ٹیڑھا ہوا شب کو لے فلک تو  
 پرے والے کو موت آئی  
 کاجل آنکھوں سے لے گیا چوہ  
 اندھیرا ہوا رہا کدھر تو  
 دکھیا تو کیے نہ کیوں اشارے  
 تھی چاندنی یا نہیں تھی شبکو  
 سو جہاں سے آنکھ سے نہ دھمن  
 خیمے کے ستون تو کھڑے تھے  
 کس ابر میں ہے نہان وہ خورشید  
 آنسو کی طرح گرا سر خاک  
 قسمت ہوئی اوج سے ہم آغوش  
 امیر کی صورت مجسم  
 دکھیا کہ خضر کھڑے ہیں آگے  
 پیش آئی تلاش کی ضرورت  
 پتلی سا پھر افسانہ کا جوا  
 مانند نسیم اندر آیا  
 زبا دہن ساز پر کھڑے تھے  
 تکبیر کی آدھی تھی آواز  
 سبجہ بکلا تھا بن کے انگو

دیکھا درویش اک کن سال  
 باتین بحر کرم کی لہریں  
 پیشانی صاف روح مومن  
 یوں لوٹ جان سے قلب تھانسا  
 چہرے پہ جو ضعف سے شکن تھی  
 قدموں پہ گرا برنگ سایہ  
 اقتاد سے آپڑی ہے سختی  
 کس منہ سے کہے غلام حضرت  
 شکر بر باد شاہ گم ہے  
 ہم کیا سوئے نصیب سویا  
 بے شبہ ہو بخود کی شنید  
 ہم سوئے تو شب کو چوڑا کے  
 سرمایہ عیش تھا ابھی سر  
 قسمت نے اجل کے گھاٹ اٹارا  
 بولا وہ حسد خدا کروچی  
 پر وہ کبتک حجاب کبتک  
 کی پڑھ کے ادھر ادھر جو چھوچھا  
 شہزادے کو کون لے گیا ہے  
 اتنی نہیں حبان آدمی کی

انسان صورت فرشتہ تمثال  
 آنکھیں آب و فدا کی نہرین  
 روئے شفاف عیاں کا دن  
 جس طرح ہو خانہ خدا پاک  
 اک نور کی نہر موجب زن تھی  
 بولایا شاہ عرش پاپ  
 روشن ہے ہماری تیرہ بختی  
 تسبیح ہے بے ایم حضرت  
 اگر دش میں نجوم ماہ گم ہے  
 پلکوں نے جھپک کے دیدہ کیا  
 یہ سچ ہو کہ نصف موت ہو نیند  
 شہزادے کو لے گیا اڑا کے  
 اب دوش پہ بار ہے ہی سر  
 بحر عنم کا نہیں کنا را  
 اپنے مولا پہ من دھروچی  
 دُوبار ہے آفتاب کبتک  
 دیوون کی طلب تھی آئی پوچھا  
 اس دشت میں یہ ستم نیا ہے  
 ہے را ہزنی کسی پری کی

بولے وہ کہ بے خبرین ہم سب  
 وہ نور بنا ہے کس تظن کا  
 یہ سنکے اوڑے وہ رنگ کی طرح  
 زنائے سے جا رہے تھے گہیر  
 اوٹے پھرے صورتِ خبر وہ  
 دیکھا کبھی شہر اور کبھی دشت  
 رستے رستے کو دیکھا بھالا  
 باغون میں لگائی تاک جا کر  
 ہر گوشے کو جھانکتے تھے جویا  
 کانوں میں پڑی بشر کی آواز  
 یا نقش زمین کے نقشِ اسون  
 نالے دل کے شجر بیان کے  
 دم لے کے سنا کہ کوئی مضطر  
 بجلی سی گری برابر اونکے  
 آواز پہ جاتے جاتے پہونچے  
 آہا نظیر ایک قید خانہ  
 مینگی وہ کہ چشمِ مور کیئے  
 رستانہ ملے ہوا کو اوس میں  
 گھر گھر کبھی رات ہو کبھی دن

بولا یہ کہ جستجو ہے مطلب  
 اب ہے وہ چراغ کیلے گھر کا  
 تیزی سے خلعِ تفنگ کی طرح  
 جس طرح کڑی کمان سے تیر  
 آہٹھی سے گئے ادھر او دھروہ  
 کرتے رہے صورتِ ہواشت  
 کوچے کوچے کو چھان ڈالا  
 غنچون میں گئے ہوا بجا کر  
 خود تھے ہمہ تن نگاہ گویا  
 سن ہو گئے وہ کہ ہی یہ کیا راز  
 یاں دشت کے خار تشہِ خون  
 چھالے دل کے ثمر بیان کے  
 سرگرم ہے آہِ اشین پر  
 جلتے جلتے بچے پر اونکے  
 شعلوں سے ہوا بچاتے پہونچے  
 یاطا برِ عمر کا اشیانہ  
 ظلمت ایسی کہ گور کیئے  
 ہو خوفِ بلا بلا کو اوس میں  
 وان رات سے دن نہو لسی دن

دیکھی وہاں ایک شکل عجیب  
 تھا وہ یوسف میان زندان  
 دیکھا کہ ہے دیو حجاب نو  
 کچھ اوسکی نہ روک ٹوک مانی  
 سیدھے مثل قیاس پہونچے  
 دیکھا حالت نہیں ہے تن میں  
 کیسے خصلت سزاں کا سنبھل  
 پوچھا کہ اٹھائی یہ کڑی کیون  
 شمع ویرانہ کیون بنے تم  
 جھپکا۔ تھرایا۔ ڈر کے رویا  
 بولے وہ کہ خیر خواہ ہیں ہم  
 مرہم ہیں نمک نہ ہمو جانو  
 بولا۔ اب قیدی ستم ہوں  
 فل ہوں گورنگ و بوئین ہے  
 الفت میں ہوا تھا خانہ برباد  
 سایہ ڈالا پیری نے مجھ پر  
 شکر سے لوٹھا۔ کے لے اوڑی دوم  
 مجبور ہوں جبر مشتری سے  
 خواہش پہ ہوئی چوگر کے ضد گرم

حیرت زدہ مثل نقشِ دیب  
 یا تھا ظلمت میں آبِ حیوان  
 فلفل ہے نگاہبان کا فو  
 من سانپ سے چھین لین چٹھانی  
 سیارے قمر کے پاس پہونچے  
 گویا نہیں کچھ بھی پیر میں  
 چہرہ جیسے چراغ کا کل  
 افتاد تھا رے سر پڑی کیون  
 جنگل کا خزانہ کیون بنے تم  
 گھبرا گیا۔ آہ بھر کے رویا  
 رہن نہیں خضر راہ ہیں ہم  
 پوچھیں تو کہو کس میں تو مانو  
 لیکن شہزادہ عجب ہم ہوں  
 دُر ہوں گو آبر و نہیں ہے  
 غفلت میں ہوا میں صید صیاد  
 قبضہ کیا مشتری نے مجھ پر  
 آنکھوں سے نکال لائی وہ نور  
 انسان ہوں دب کیا پرچی سے  
 زک پلا کے چل ہوئی وہ بے شمار



مانوں نہ وہ لاکھ ہو کشیدہ  
 خارا و سکو ہوا جو سمجھی باغی  
 آنکھیں جو نکالیں تاؤ کھا کے  
 کھٹکا جو میں چشمِ مشتری میں  
 ظلمت ہے ادھر بھی اور ادھر بھی  
 ہنسنے لگے کھلکھلا کے جو یا  
 کچھ وہم او سے اس تنہی پہ آیا  
 بولے وہ اٹھو لوٹھا وہ مضطر  
 دیکھا تو ہے قیدی سلاسل  
 کی پاؤں سے اوسکے دور زنجیر  
 آرام سے جی کے ساتھ لائے  
 درویش نے گود میں بٹھایا  
 پوچھا کہ ہے کس چمن کا بوٹا  
 کی عرض کہ چھڑی نہ یہ راک  
 سنت والے الگ ہوئے ہیں  
 کم نجت ہوں بے نصیب ہوں  
 کہدی آخر پری کی چوری  
 میوے دیے کھانے کو کھاوا  
 چلنے کو اٹھا تو پہلے رک کر

بندہ نہیں اسکا زرخزیدہ  
 کی باؤلی ہو کے بددماغی  
 غول آئے مری نظر کے آگے  
 ڈالا کا جسل کی کوٹھری میں  
 میں بھی قیدی مری نظر بھی  
 غنچوں سے ہوے وہ پھول گویا  
 پوچھا پوچھا سنا سنا  
 بولے وہ چلو کہا کہ کیونکر  
 زلفون میں پھنسا ہو بطرح دل  
 توڑا وہ ظلم بیچ تفتیر  
 قرآن سا ہاتھوں ہاتھ لائے  
 نقطہ تھا وہ دائرے میں آیا  
 کون ہی ہے دھن کہ دیں چھوٹا  
 دیکھ ہے جو گاؤں تو لگے آگ  
 اب صورت نے تھان ہی اور میں  
 بکس ہوں میں غریب ہوں میں  
 دل کھول کے کھولی سینہ زوی  
 چپکے کہا جانے کو کہا جاؤ  
 تسلیم او سے کی اوت بچکے کہ

گردون کی طرف روان ہوا وہ  
 بولا وہ پری کے میمان تھے  
 برق و باران تھے ساتھ گیا  
 فریاد تھی ہر نفس کے ہمراہ  
 پتی تھی کہ چشم مورین تھا  
 دانہ ساد با تھا آسیا میں  
 کا کل بھولا نہ یاد آئی  
 اپنی قسمت کا سامنا تھا  
 آنکھوں میں نگاہ تھی نظر بند  
 یا کم سے کم آسمان دیکھوں  
 وہ جوش وہ آرزو پری کی  
 اصرار پری پر اپنا نکال  
 دیوون کا وہ قید سے چھڑانا  
 تب دل پہ تھا اب زبان پر تھا  
 ہر آنکھ کھلی تھی صورتِ در  
 پھولے نہ سمائے سب ہوا خواہ  
 آتے ہی حواس آئے سب کے  
 ہر ایک سے مثلِ دل ملا وہ  
 جس طرح سے برہمن صنم کو

پھر جانبِ خیمہ گاہ لی راہ  
 اختر نے کہا کو کہاں تھے  
 یہ شے ہنسا وہ کہہ کے رویا  
 پوچھا کہ یہ کیوں کہا کہ وا شدا  
 زندان میں کہ زندہ گورین تھا  
 سقت اور زمین سے تھا بلا میں  
 زنجیر کی وہ کڑی ٹھوسائی  
 ہر دم ظلمت کا سامنا تھا  
 تاریک مکان اور در بند  
 حسرت تھی کہ پھر جان دیکھوں  
 وہ عشق وہ گفت گو پری کی  
 وہ وصل پر اوس پری کا ہزار  
 انکار سے قید میں وہ جاتا  
 صدمہ کہا اوس سے جس قدر تھا  
 تھے چشمِ براہ اہلِ شکر  
 آئے جو نظر یہ اختر و ماہ  
 ہمدرد تھے بے حواس شرب کے  
 غنچے میں برنگِ گل کھلا وہ  
 یون چوم رہے تھے سب قدم کو

آرام طلب تھا وہ تھکن سے  
تنہائی ملی تو پڑ کے سویا

خلوت کو سدھارا انجمن سے  
تھا بخت وہ مشتری کا گویا

ربائی کی خیریاپے مشتری کا گھبرانا۔ مانکا جانا اور مشتری کو گھبرلے آنا

جہنے پہ جنون کا رنگ ہے آج  
وحشت جو کین زیادہ ہو جائے  
جو دیو تھا پاس بان ندان  
بگڑا ہوا اپنی خو کی صورت  
دیوانہ پری کے پاس آیا  
پھولا ہوا تھا کچھ اس قدر دم  
بولی وہ کہ خیر ہے کہا شر  
زندہ ان میں جوان اب نہیں ہو  
دیوون کا وہ جستجو میں آنا  
چکر کے دکھایا بخت کا پھیر  
لائی وہ خیال نامرادی  
تلوار تھی مانگ سیرگی سر کو  
دیدے جو ہوئے تھے قہر سے لال  
منہ فق تھا ڈرا ہوا غضب سے  
غصہ کیا ہو گا اس سے بڑھ کر

ساقی مر عیقل دنگ ہے آج  
زنجیر یہ موج بادہ ہو جائے  
گھبرا کے اٹھا وہ مثل طوفان  
پیران ہوا رنگ رو کی خلوت  
تن صورت بسید تھر تھرایا  
تھا پیٹ پہ دھوکنی کا عالم  
بولی کہ یہ کیوں کہا مست  
قالب تو ہو جان اب نہیں ہو  
قیدی کا وہ قید سے چھوڑانا  
روشن کیا جو ہوا تھا اندھیر  
اور آتش عشق کو ہوا دی  
کانٹا تھی نگاہ چشم تر کو  
مردم کا تھا آگ میں بڑا حال  
لب لے کے لپٹ گیا تھا لب سے  
اپنے جاے سے تھی وہ باہر

چھایا ہوا سخنِ باغ میں خنم  
 بلبل کی صدا تھی صورتِ تیر  
 جاری تھا عرقِ تیر آبِ جو تھا  
 غنچے دلتنگ گل پریشان  
 جو نخل تھا چپ کھڑا تھا ڈر سے  
 کستی تھی نگاہِ سبزہ کیسا ہے  
 چکر میں تھی اس طرح وہ بیکس  
 کستی تھی کہ کیا کروں میں مجبور  
 میں آئی کس میں۔ چاند چھوٹا  
 نالچ لوگوں کو نچاؤں تو پری ہوں  
 آئے جو نظر جنوں کے انداز  
 ابھن کو بڑھانہ مثلِ کامل  
 امید پری بشر سے ہے خام  
 چاہے نہ ہما نگس کی صحبت  
 خورشید کو ذرہ کیا ضیاء  
 بدنامِ جہان میں جو تو ہو  
 اپنوں پہ گمراہ ہو بارہو جلے  
 رشتے والے الگ ہوں کٹے  
 جو چلے بنے وہ دم کا ساتھی

جس پیر کو دیکھو نخلِ ماکم  
 چلتی تھی ہوا برنگِ شمشیر  
 اک آبلہ ہر جابِ جو تھا  
 ترس کو جو دیکھئے توحیران  
 سایہ میں پڑا تھا ڈر سے  
 کانٹے کوئی بچھا گیا ہے  
 پڑ جائے بھنور میں جس طرح خس  
 ہے سخت زمینِ آسمان دور  
 اُن دیوون پر آسمان نہ ٹوٹا  
 دنیا سے اوڑاؤں تو پری ہوں  
 سمجھانے لگیں وہ بھین جو ہر اند  
 پڑ جائے نہ کوئی ہیچ او گل  
 پانی نہ کرے شراب کا کام  
 آتش سے بچے نہ خس کی صحبت  
 ہتھاب کو شمع نور کیا دے  
 مانندِ مبین سیاہ رو ہو  
 کھٹکے آنکھوں میں خار ہو جائے  
 جو پاس ہیں بھین دور ہٹے  
 لیکن نہیں کوئی غم کا ساتھی

بھولے ظلمت میں آنکھ کا نور  
 مانند چراغ اب نہ جل تو  
 تو بگڑے تو جلے قدر جانی  
 دجنا جو لگے تو ناک کٹ جائے  
 بولی مجھے چاہو یا نہ چاہو  
 سو دینے لیا تمھیں کیا  
 میں بن چکی بس بگاڑنا حق  
 کیونکتی ہو گئی سنو گی کیا تم  
 پیاسی زبان اور کڑے بول  
 بالارہی بات اب ٹلو بس  
 میں جان سے جانتی ہوں یہاں  
 دیوانی مٹتی سہتی کیا کڑی وہ  
 لیٹی تو گری خم سارے کر  
 تر ٹنی تو چمک گئی کسی سمت  
 غصے سے ہوئے جلال دونوں  
 بچھانے جو آئین سمجھیں مطلب  
 تنگ آیا جو پایا لکھو بے تنگ  
 مانند ہوا چلین وہاں سے  
 چہرے اترے ہوئے تھے رہے

پتے ہوں خزان میں پیر سے دو  
 جو بن سے نہ مثل شمع ڈھل تو  
 نشہ نہ رہے تو مے پانی  
 داعی جو ہو پھل تو لطف کھٹ جائے  
 اب داع نہ دو چلو ہوا ہو  
 مال اپنا تھا دل دیا تمھیں کیا  
 ناساز سے چھیڑ چھاڑنا حق  
 میں چاہ میں باولی ہوں یا تم  
 چھوٹا سا تو مٹھ بڑے بڑے بول  
 گھر گونج اٹھا چلو چلو بس  
 تم کوئی نہ میرے ساتھ جانا  
 بالوں کی طرح او بچھ پڑی وہ  
 چونکی تو اوٹھی غبار لیکر  
 نکلی تو بہک گئی کسی سمت  
 انگارے سے وکے گال دونوں  
 سن ہو گین سننا گین سب  
 گھبرا کے اوڑھیں وہ صورت رنگ  
 جا کر یکن مشتری کی مان سے  
 جیسے بیمار جان بلب کے

بولی وہ کہ ہوش میں خلل کیوں  
 بولیں یہ کہ عیش اب کہاں ہو  
 دم ناک میں ہے کہیں نکلا ہے  
 انسان کی جاوہ ہے پری کو  
 شب کے لانے کی گھات کبھی  
 یسکے چلی وہ جانب باغ  
 تلوون سے لگی تھی جلتی آئی  
 دیکھا تو کچھ اور رنگ پایا  
 وہ بیچ نہ زلف میں نہ وہ حم  
 ملائے تپ غم کے لہجے خشک  
 گالوں پہ جو چھائی ہے اوداسی  
 حیرت زدہ سے نظر ملا کر  
 تو اور ہے یا وہی پری ہے  
 چپ ہے گویا ہے بیدہن تو  
 کیوں عشق بشر میں کھاتی ہو داغ  
 تو مہر وہ ذرہ لاک کیسی  
 ہیں یہ ترے کھیل کود کے دن  
 مٹی نہ کر آبرو کو حسانی  
 کیوں چاہ میں گر کے رو رہی ہو

اس عیش میں رنج بے محل کیوں  
 آرام نصیب دشمنان ہے  
 عزت گئی ناک کٹ گئی ہاں  
 یوسف ہے عزیز مشتری کو  
 کھل کر پردے کی بات کبھی  
 ماتھے پہ شکن کیلجے میں داغ  
 انکارے وہاں اگلتی آئی  
 پہلے تو پری تھی ابے سایہ  
 وہ جان نہ جسم میں نہ وہ دم  
 تر تھے عتاب اب ہوئے خشک  
 دو پھول تو ہیں مگر ہن باسی  
 کہنے لگی آئینہ دھتاکر  
 کس منہ سے کہوں کہ مشتری ہے  
 دی جان خدا نے بت نہ بن تو  
 اگل شمع کا کب سے قابل باغ  
 تو مہر کو بڑھی یہ آگ کیسی  
 آتے نہیں ہاتھ پھر گئے دن  
 اندھا ہے کنواں جو ہونہ پانی  
 کیوں جان سے ہاتھ دھو رہی ہو

گھر بار بھی بھولی شتری تو  
 بے فصل اس باغ میں ہو کیا کام  
 شرمائی وہ سنکے پند ما در  
 کہنے لگی بات کیا ہے دم لو  
 آنکھوں سے نہیں کسی کو دیکھا  
 اس باغ میں کوئی گل جو کھلتا  
 نرس کچھ دیکھتی تو کہتی  
 بو پائی ہو کچھ تو کیست کی بول  
 آنکھوں سے عیان ہو سُرخی قہر  
 سمجھوں تو کہ نے یہ کیا شگوفہ  
 بولی گھر چل کہا کہ کیا عذر  
 زنجرت کی روش افڑی ہوائی  
 پوشیدہ خیال یا منظور  
 سُرخی زنجرت کی تب نے کی گرد  
 سوچی کہ سکوت اب کہا تک  
 پیاسا چل پھر کے چاہ ڈھونڈھے  
 سب حسن مرا شباب تک ہے  
 جاتی رہی یہ ہمار تو کیا  
 تھی بدلے ہوا کے آگ گھر میں

کیا باغ کے ہاتھ یک گئی تو  
 شاخیں نکلیں گی ہوگی بدنام  
 ڈالی اشکون سے منہ پہ چادر  
 میں کچھ نہیں جانتی قسم لو  
 دیکھا بھی تو آرسی کو دھیا  
 پتی کو پتا سن رویتا  
 سوسن کی زبان چپ نہ رہتی  
 گلبرگ اپنی زبان تو کھول  
 بویا کسی بس کی گانٹھ نے زہر  
 کیا کوئی کھلا نیا شگوفہ  
 سایہ تھی کہ ساتھ تھی بلا عذر  
 دولت کی مثال گھر میں آئی  
 ہو رشتہ شمع جسے مستور  
 گیندے کی طرح وہ ہو گئی زرد  
 حرف آئے نہ بے کہ زبان تک  
 بھٹکا جھگل میں راہ ڈھونڈھے  
 یہ دھوپ سی آفتاب تک ہے  
 بے فصل ملا نگار تو کیا  
 بھیجا گلے کئے طرف سر میں

آخر پہان نظر کی صورت  
کب صرف دل و جگر تھے کمزور  
باتھون میں ذرا سکت نہیں تھی  
قد بڑھکے یہ بول اوتھا کہ جھلکے  
مان نے جو سنا تو مثل صرصر  
دیکھا کہ وہ انتشار میں ہے  
گرمی اسے غصے کی جستانی  
وحشت زدہ کو چھائی بیڑی  
پریان گھیرے ہوئے نگہبان

گھر سے وہ اوڑی خبر کی صورت  
اسے کچھ بڑھکے پر تھے کمزور  
پانوہن چلت پھرت نہیں تھی  
بل کھا کے کہا کرتے رکھے  
دوڑی پے جستجوئے دختر  
سورج میرا غبار میں ہے  
رستے کا چراغ گھر میں لائی  
منت پوری ہوئی جنون کی  
گرد آکھ کے حبسے موئے مرگان

بحر طلسم میں شہزادے کا گردن تک پیچر ہو جانا کچھ  
دنوں بعد اس بلا سے رہائی پانا

دوبادل بحر نسیم میں ساقی  
ابتو چلے یا رشتی تھے  
وہ ریک روان وادی غم  
چھوٹا جو گن سے صورت ماہ  
آمانہ تھا شب کو یوں اسے چین  
بستر پہ وہ اضطراب کی شکل  
در تھا کہ کوئی بلا نہ آجائے

بن جائیگی جی یہ دم میں ساقی  
بیڑا کرے پار شتی تھے  
وہ رہر و شوق ماہ عالم  
شب ہو گئی پردہ رخ راہ  
دل لاف میں جسطرح ہو بیچین  
تھی آب پہ موج آب کی شکل  
یہ دیکھ کر وہ شب نہ کھا جائے



تقدیر سے لڑ جھگڑ کے سویا  
 اتنے میں نسیم صبح آئی  
 جب مہر سے پہلے نکلا  
 چلنے کو تھا مثل موج بیتاب  
 دن بھر رہا گرم روز میں پر  
 دن گھٹ کے قریب آئی شب شام  
 پانی کہنا تھا سب ڈبویا  
 وہ جوش شباب جس سے شرابے  
 ظاہر کر دے بھنور کی گردش  
 پھیرے ہر موج کی روانی  
 سورج جو ہوا نظر سے مستور  
 ساحل پہ رکھا وہ خانہ برباد  
 جاری رہے اشک نہر کی طرح  
 جب غرق ہوا سفید ماہ  
 کشتی نہ ملی نہ گھاٹ پایا  
 تھا وہ بحرِ طلسم و نیزنگ  
 کف دیکھ کے بھر کے لبوں پر  
 دریا ہوا جاری روتے روتے  
 مجبور پڑا بلا سے پالا

تھا بخت اپنا کہ پڑ کے سویا  
 چھوٹی رُخ ماہ پر ہوئی  
 کر دوں سے وہ مثل مہر نکلا  
 آگے کو بڑھا بزنک سیلاب  
 جس طرح فلک پہ شاہِ خاورد  
 اک بحرِ روان سے بڑ گیا کام  
 تھا قولِ جناب دم میں کھویا  
 دامنِ سحر سے پاٹ بڑھ جائے  
 قسمت کی فلک کی سر کی گردش  
 تلوار کی آبرو پہ پانی  
 ظلمت ہوئی زلفِ چہرہ نور  
 جیسے حیرت سے لب پہ فریاد  
 بے چین رہا وہ لہر کی طرح  
 طوفان کی طرح اٹھا وہ دیباہ  
 چسکے تین بھنور کی طرح آیا  
 ہونگے آب آگے سنگ  
 دل کو ہوا جوشِ شمسِ قہر کا در  
 دیدے ہوئے بحرِ غم کے سوتے  
 گھوڑا دریا میں اگلنے ڈالا

پانی نے کیا گر ان قدم کو  
 کف صید پہ جال لے کے آیا  
 چشمن نے نہ کی نظر کہ ہے کیا  
 قسمت نے بشر سے بہت بنایا  
 غوطے میں وہ آگیا کہ کیا ہے  
 تن غرق بصورت گہ تھا  
 مجبور نصیب نے کیا حیف  
 کس میں دم تھا نکالتا کون  
 حیرت زدہ کہ صورتیں تھیں  
 سختی سے جو کاٹنا پڑا تھا  
 اک صبح کہ بس لوہ خا ہتی  
 یا نور رخ جلیب کیے  
 شہزادے کو پا کے سخت لڑنگ  
 پتھر سے ہوا جو موم پانی  
 طے منزل آب کرنے نکلا  
 سوچا کہ مقیم کیوں یہاں ہو  
 بہت نہ کھٹاکے بھر بڑھ کر  
 اہل لشکر تھے بے خور و خواب  
 دم لینے کو ختم کئے وہیں پر

موجیں ہوئیں بیڑیاں قدم کو  
 گرد آب نے طوق اسے پھایا  
 سو تون نے نہ لی خبر کہ ہے کیا  
 اللہ اوس وقت یاد آیا  
 پانی پتھر یہ کیا بلا ہے  
 ظاہر مثل جاب سر تھا  
 پتھر چھاتی پہ دھردیا حیف  
 پانی کا پہاڑ ٹالتا کون  
 گویا پتھر کی موتیں تھیں  
 جو دن تھا پہاڑ سے بڑا تھا  
 یا جبہ صاف پار سا ہتی  
 یا خندہ خوش نصیب کیے  
 پانی پانی ہوا دل سنگ  
 مجبور میں آگئی روانی  
 آخر اوس پار اترنے نکلا  
 پانی کی روش چلو روان ہو  
 آجائے نہ فوج موج چڑھ کر  
 کک گئے مثل تیغ بے آب  
 سبزے کی روش نے زمین پر

گھیرے ہوئے تھی ٹھکن جو سبکو | ستائے بزرگ مہر شیکو

ہر نوکے پیچھے ماہِ عالم کا جانا۔ ایک باغ کی ہوا کھانا  
پیری کی لگاؤٹ شہزادی کی نصرت پر ہٹ جاوے  
طوطا بنا کر شہزادے کو نقشِ مینِ ڈال دینا۔ دوسری  
پیری کا قید سے نکال دینا۔ قید کرینوالی کی جینپی اور جو  
غضب کے ساتھ یاس کی گھٹنگو

پھر جھوم کے سا قیاد اٹھا ابر  
پھر کھول در شراب خانہ  
جب یہی شرب نے منہ چھپایا  
سوئے ہوئے رات بھر کجائے  
دل نہ تھننے کی دھن میں کم نہیں تھا  
اون سے بڑھ کر نگاہ مغرور  
القصہ بڑھا وہ غیرت ماہ  
آئی گل مہر پر جو زردی  
اوس دشتِ بلا میں موجِ صہر  
گرداویکی عبا طبعِ ناشاد  
سبزہ تو بہت مگر وہ سب خار  
دورخ کا شرودمان کا ہر گل

پھر ٹوٹ گیا ہے شیشہ صبر  
پھر شتی بادہ کر روانہ  
سر کھول کے فیس مہر آیا  
ہمت پوئی کہ بڑھئے آگے  
دل سے گھٹ کر قدم نہیں تھا  
سب سے آگے تھی چشم بددو  
ساخشی مثلِ نجوم ہمسراہ  
اک دشت نے راہ کھنٹی کردی  
تھی طائر ہوش کے لیے پر  
بیلون سے زمین پر دم صیاد  
جو پائے نظریں چھپر کے ہوا پالہ  
دورخ کا دھوان ہانج کاسنس

کس کمر جو کوئی سر زمین تھا  
 آئے کانٹے کو دیکھ کر یاد  
 تھا گرم سفر وہ صورت بو  
 مائل تھے وہ سوئے بزمِ دشت  
 یہ ادنیٰ چلا خدنگ کی طرح  
 کچھ خاک نہ جز غبار پایا  
 شکر چھوٹا انیس چھوٹے  
 بس منہس ایک اوسکا دم تھا  
 جنگل میں مثالِ ریگ ماہی  
 تقدیر نے تازہ گل کھلایا  
 وہ باغ کہ جنت اوسکی کیاری  
 سنبھل اوجھے تو زلفت کنیلے  
 برگ گل تر جوب ہلاوے  
 خوش قد بوٹوں پہ قد کو وائرین  
 بزم سے خضر کا رنگ زرد  
 نرگس کھوپے اگر زبان کو  
 بوے یوسف شمیم گلشن  
 چشمہ پر تو کسی جبین کا  
 شاخیں جو ہوا سے ہل رہی تھیں

وہ دل کی گرہ سے کم نہیں تھا  
 موئے مرگان چشمِ جلا  
 دیکھے اتنے میں چسپاں ہو  
 جس طرح نگاہ وقتِ گلگشت  
 وحشتِ اوڑے وہ رنگِ طرح  
 صدمہ عوضِ شکار پایا  
 ہمد چھوٹے جلیس چھوٹے  
 سایہ کم و بیش ہم قدم تھا  
 وہ خاک بسر ہوا جو راہی  
 اک باغ میں جلتے جاتے آیا  
 آب جاری کہ فوض جاری  
 سیدھی پُری سے مانگ ہو جا  
 چبان ہزار کو جلاوے  
 نرگس سے لہوین تو لہوین ہارین  
 انکارے ہون گل کے سہ منہ سرد  
 معشوق زبان دراز چپ ہو  
 زاہد کا نفس نسیم گلشن  
 بگلا گھونگھٹ کسی حسین کا  
 مستانہ ادا سے ہل رہی تھیں

اوس ہلنے سے تھی طلب ہویدا  
 سوسن بولی کہ آئے آئے  
 پھل سر سے جھکے برائے تسلیم  
 شمشاد تھا سرو قد ادب سے  
 کلیون نے بلائیں لین چٹک کر  
 گلگشت میں اک پری ہان تھی  
 آنکھوں میں کبھی تھی باغ کی دوب  
 چکرائی کہ یہ شکوہ کیا ہے  
 پاں دار ہے ہر شجر بشر کو  
 پتیا پتیا ہے داغ سینہ  
 مشکل ہے خیال کی رسائی  
 پوچھا جو مزاج کو کہا خیر  
 بوفتنے کی آئی اس جمن سے  
 کانپا سما ہٹا ڈرا وہ  
 بولی وہ کہ رام کر کے ہم کیوں  
 آنکھیں جو پری کی لڑ گئی تھیں  
 زلفین جو بڑھیں کہ مشکین کسین  
 بر شمتہ جو مثل نخت پایا  
 بولایہ جھجکے آئین یہ کہا ہے

تھے آگلیوں کے اشارے پیدا  
 گل مارے خوشی کے کھلکھلائے  
 کی اٹھ کے جباب جوئے تغیم  
 گرداب تھا رقص میں طرب سے  
 فوار دن نے دُر کیے پچھا وہ  
 گلشن میں برنگ بخود ان تھی  
 چرتے تھے ہرن ہری ہری دوب  
 نیزنگ نیا فسون نیا ہے  
 یان بار ہے ہر ثمر بگر کو  
 کانٹا کانٹا نگاہ کی نہ  
 قسمت اسے کس روش سولائی  
 پوچھا سبب آنے کا کہا سیر  
 ہوش و گئے مثل مرغ سن سے  
 پھرنے کے لیے مڑا ڈرا وہ  
 تم ترک گئے صورت قدیم کیوں  
 لیچھے وہ بلائیں پڑ گئی تھیں  
 جھجکا وہ کہ نائین نہ دس لین  
 قدموں پہ گری وہ جیسے سایا  
 بولی وہ کہ دل مرا لیا ہے

بولا کس نے یہ کی ہے چوری  
 تم نے ہاں ہاں یقین نے واللہ  
 زلفین دیکھو نادر تو آؤ  
 ٹیڑھا یہ ہوا جو مثل ابو  
 روٹھا تو لگا وٹون پہ لائی  
 سنا تو وہ پھیلی جس طرح بیل  
 پھنک کر جو ہوئی رہائی مشکل  
 دن سے ہوئی شرب تو سو گیا وہ  
 پھولا گل آفتاب جدم  
 سودا فردوس کا تھا سرین  
 خست کا ہوا جو اس سے طالب  
 مین جان سے جاؤں تو اگر جائے  
 دل بخ نہیں سر نہیں پھرے کیون  
 تو خاک الفت کا حال سمجھا  
 سن کھول کے کان میرا کہنا  
 دونوں مین کھن معاملہ تھا  
 ہٹا سکی بڑھی تو بڑھ گئی لاگ  
 بحر افسون مین دیکے غوطا  
 تھا پہلے حسین آدمی زاد

بولی چوری کہ سینہ زوری  
 دیکھا دیکھی مکر تے ہو واہ  
 دل پاس نہیں قسم تو کھاؤ  
 پیٹی وہ مکر سے شکل کیسو  
 بگڑا تو بنا وٹون پہ آئی  
 اوکھڑا تو جائی جڑ کہ ہو میل  
 ٹوٹا امیر کی طرح دل  
 سیارہ تھا قطب ہے گیا وہ  
 نینداو کی اوڑی بزرگ خنم  
 دوزخ مین تھا یا پیری کے گھر مین  
 بولی تو جان مین ہون قالب  
 سر جلے تو مان یہ درد سر جائے  
 کچھ تیری نظر نہیں پھرے کیون  
 کچے دھاگے کا جال سمجھا  
 کہتی ہون کہ مان میرا کہنا  
 ضد سے ضد کا مقابلہ تھا  
 جی اوسکا جلا تو ہو گئی آگ  
 انسان کو کیا پیری نے طوطا  
 طوطا جو بنا بنا پیری زاد

منتقار سے لعل خون کھانا  
 آنکھیں سختی سے پھول جھڑتے  
 آنکھوں سے لہو کا رنگ روشن  
 کچھ بازوؤں پر جلال پر تھے  
 لائی قسمت فسون کے بس میں  
 تھا اتنا جنون زدہ بدن سب  
 تین طائر روح کو قفس تھا  
 منتقار کو کھول کر دکھاتا  
 اپنی بیٹی جو سوچتا وہ  
 اوس مصرعین اور اک پری تھی  
 ہر چند پری تھی نرم تھا دل  
 موقع کی جو ایک رات پائی  
 توڑا وہ قفس تو بست لٹوٹا  
 بوٹے سے بنا جو سرو آزاد  
 چھوٹے ہوئے قافلے میں آیا  
 گردون نے بلا لے کر شب جو ٹالی  
 طوطا نہ ملا تو ہر کسی بھور  
 طوطا بھی گیا قفس بھی ٹوٹا  
 کالی آنکھیں لہو نے کین لال

فیروزہ پروں سے داغ پاتا  
 غنچہ دہنوں کے منہ بگڑتے  
 سرمایہ جنون کا طوق گردن  
 داغ سوز دل جب گرے تھے  
 فیروزہ تھا خاتم قفس میں  
 ٹکڑے ٹکڑے تھا پیر میں سب  
 کاٹا تھا کہ جسم میں قفس تھا  
 انکار کے ٹوٹنے کا نقشا  
 اپنے پر آپ نوچتا وہ  
 یوسف کی رہائی چاہتی تھی  
 تھا آگ کا جسم موم کا دل  
 اوسنے مطلب کی گھات پائی  
 آزاد ہوا اسیر پھوٹا  
 شکر کو چلا وہ خانہ برباد  
 پھوٹی آنکھوں نے نور پایا  
 چونکی طوطا پر جانے والی  
 سمجھی وہ کہ لے اوڑا کوئی چوہ  
 دل بھی دست ہو س بھی ٹوٹا  
 انکار سے ہوئے وہ پھول ہو گل

چہرہ کب دن سائمت لیا  
 طائر کی مثال اوڑ گیا رنگ  
 او سر و چہن ادھر تو آتو  
 او سو سن باغ تو بیان کر  
 بتلا تو شمس تو کمان تھی  
 برگ گل لالہ تو ہی لب کھول  
 دیکھا نہ کہ کیا پڑی تب ہی  
 روزن تو نے نہ دیدہ کھولا  
 کس ڈر سے کھلے نہ یام کے لب  
 توڑے گلہ رستے دل غ کا کر  
 شاخون پہ اُبھائی بھونکی تلوار  
 سنبل کو کیا اسیر زنجیر  
 پھینکا کانٹوں کو اک کنارے  
 پیچھے پڑی اس قدر پھلون کے  
 بادِ سحری نے دم بھر اسد  
 روتی پھرتی تھی جوئے گلشن  
 منھدی نہی کی آڑ میں تھی  
 وقت سے تھی چشم حوض پر غم  
 چمپے غمخون سے غصہ ہے

الماس سے لعل کو دبایا  
 جھنجھلا کے کہا کہ میں یہ کیا رنگ  
 طوطا مرا کیا ہوا بتا تو  
 او چاندنی راز تو عیان کر  
 سچ کہہ کے نسیم تو کمان تھی  
 کیا تو گونگی ہے او کلی بول  
 اندھے ہوئے آئینہ الہی  
 پھوٹے منھ سے یہ در نہ بولا  
 کس خوف سے وہ کستون لب  
 باندھا پردوں کو چلیپا کر  
 نرگس کو دکھائی چشم خونخوار  
 بو کو کیا چار سمت تشہیر  
 ہندی کو نکلا جلن کے مارے  
 پاک پاک گئے بس جا بھلون کے  
 چہرہ ہوا پھول پھول کا زرد  
 جانی ہے اب آبرو کے گلشن  
 زنگت پشی کی آڑ میں تھی  
 غیرت سے تھی آلباب شہنم  
 طوطے سے اوڑے ہوئے تھے سب



حیرت تھی عیان شجر شجر سے  
 بوئے بوئے نے داغ کھایا  
 رگ گ سوکھی تھی دم کہاں تھا  
 برہم مثل مزاج ہو کے  
 طوطا صیاد نے اوڑایا  
 پہرے پہ تو یہ شجر کھڑے تھے  
 سون کی زبان کیا تھی بے حس  
 کیا باغ میں سورہا تھا سویا  
 شاخون نے نہ برچھیاں لگائیں  
 پھیلائے ہوئے تھیں جال بدین  
 غنچون کو حجاب کی پڑی تھی  
 کام آیا نہ خاک دم سنبل  
 لکڑا کسی خار نے نہ دامان  
 سنتی ہوں ہوا تو گشت میں تھی  
 تاکہ نہ عدو کو توبہ اتاک  
 تو نے نہ دیا نیم جھٹکا  
 کس سوچ میں تھے یہ جھٹکے  
 انگور تو بے پرست ٹھہرے  
 لب کھول کے حوض کیون بولا

تھرائی تھی شاخ شاخ دُور سے  
 پتے پتے گولر زہ آیا  
 جو بیڑ تھا پوست استخوان تھا  
 کہنے لگی باولی سی۔ روکے  
 چڑیاں رہیں چپا وڑیں خدایا  
 کھٹے پتے ہی میں بیڑے تھے  
 کیا پھوٹ گئی تھی چشم نرس  
 کلیان نادان ہی تھیں گویا  
 پیوں نے نہ تالیاں بجائیں  
 چلنے دیتیں نہ چال بدین  
 اس سبزے کو خواب کی پڑی تھی  
 مٹھلے بلا سے نام سنبل  
 زنجیر بنا نہ عشق چچیان  
 شاید لوسوت دشت میں تھی  
 اکھونین پڑی نہ لڑکے او خاک  
 کاٹا بھی تو پانوں میں نہ کھٹکا  
 کچا کوئی ان پھلون کی کھالے  
 کیا ان سے کہوں میرست ٹھہرے  
 تو بے نے کیوں دہن نہ کھولا

مومین دو دین نہ ہو کے بتاب  
 غافل رہے سب جا بجے کے  
 سایہ ہی نہ کاش ٹرے کے سوتا  
 قمری کھوکھ سے لوگ دیتی  
 منہ دی ہی جکرتی ہاتھ یا پاؤں  
 آگاہ مجھے یہ مور کرنے  
 آنے والی سی ہے بس  
 ہو لو شہ سے پاک لکھا دامن  
 غنیمت کو جو کچھ کہوں تو چٹکین  
 پھولوں کو جو لوگوں منہ پھلایں  
 کچھ کون ہے جسے کچھ گمان ہو  
 کیا سمجھی تھی میں یہ گل گلے کا  
 نارنج لکڑی کے سج جھبلا  
 آئے نہ شریف میرے کچھ کام  
 آگاہ جو بیر سے میں ہوتی  
 اسنے بھی نہ خاک ادا کیا حق  
 منہ سے کھائی میں پڑی میں  
 بوٹے ہیں یہ دیکھنے کو بھوٹے  
 لالہ کمر آہ ہے میں سمجھی

طوق گردن ہو انہ گرداب  
 کیا تھے نہ شریک آبرو کے  
 سیدلا ہی گلے کا پار ہوتا  
 انگور کی نیلی روک لیتی  
 رنگت ہی پکرتی ہاتھ یا پاؤں  
 سر پر چلا تے شور کرتے  
 جانے والی شیم ہے بس  
 اکرے کوئی خاک لکھا دامن  
 کانٹوں کا جو نام لون تو ٹھکین  
 چڑیوں سے جو یوں گل چھلکے  
 منہ دی ہی کا چور ہو تو مان ہو  
 گلشن سے یہ پھل مجھے ملے گا  
 تقدیر سے کچھ پھلا نہ کیلا  
 ہے ان کا شریف نام ہی نام  
 کیوں بیر لکڑی کے گلے لوتی  
 پالا پالک کو سینے ناحق  
 نی جاؤں گی اسکا خون بھی میں  
 جلتے چھڑے ہیں وقتے کھوٹے  
 دل اسکا سیاہ ہے میں سمجھی

امید بھی یہی سے ہے خام  
گلشن پہ پڑے الہی پالا  
ہنستے ہیں یہ گل تباہ ہو جانے  
ہو سرو کا پاؤں شل الہی  
جر پیر سے لڑے اوچن تو  
پھل پائین نہ پھل جہان بھر میں  
سبزے پہ الہی اوس پڑ جائے  
مرٹ جاکے جابٹے نشان ہو  
پیڑوں کے سروں پہ برسین پھر  
پھولین پھلین حشر تک پھلیاں  
ٹھنڈھی ہوں حوض تو جو گر جائے  
چوسون کی انار کا مو آج  
کاٹوں گی یہ پیر جسطرح ساگ  
اور خمر بگاڑ دوں گی تجھ کو  
انگور کی الجھنی لوٹا کھال آج  
شاد تری ناک سکاٹ لوٹنی  
جامن دنیسا میں خوار تو ہو  
کچا چڑیوں کو کھاؤں گی میں  
ناچین کتنا ہی بن کے طاؤس

رکھئے آسیب سب کا نام  
لے لے کا چمن میں منہ ہو کالا  
یہ فلاں سے رو سیاہ ہو جان  
دنیا میں نہ پاسے پھل الہی  
ہو جائے سچے سدا میں تو  
لے لے زمین چور سے شہر میں  
پالا مال ہوں خار بیل او جڑ ملے  
یہ نہر چمن روان روان ہو  
بھاڑو پھر جائے اس روش پر  
دل تنگ رہیں ہمیشہ کلیان  
پانی تری آبرو پہ پھر جائے  
کیندے کو کروٹیں زرد و آج  
مٹا بیوں میں لگاؤنگی آگ  
بس کھود کے کاڑووں کی تجھ کو  
سنبل تیرے فوج لوٹنی بال آج  
لیمو تھے آج چاٹ لوٹنی  
اللہ کرے سیاہ رو ہو  
دنیا سے اٹھیں اور لوٹنی میں  
ہاں سبز قدم چپیں کے طاؤس

تاج او متا چاؤن جتنی کہ ہے  
 کیا کیا نہ ستم کروں گی و اللہ  
 دور او شب بنم کہین نہ ہو  
 چھاتی چھٹ جائے تیری او گل  
 قمری کے گلے میں طوق ڈالو  
 توارون کے لوٹ لو خزانے  
 بیسوں منہدی کو میں جو بس ہو  
 لوکا لگے جھاڑ میں تو خوش ہوں  
 شمشاد کی سب اکڑ نکالوں  
 اچھا پازیب کیوں نہ ہو لی  
 کیا منہ میں بھر ہوئے تھے شکم  
 مانا کہ کڑے کڑے ہیں دل کے  
 آویزے ہلے نہ کس کے ڈر سے  
 پھتلون کا چلا نہ جوڑ افسوس  
 بھولا تو داؤ او علی بس نہ  
 ساتھی نہ ہوئی یہ میرے جی کی  
 طائر چھپکے سے یوں نکل جائے  
 یہ بھی نہ ہوں دستگیر افسوس  
 ایسے میں نہ آئین کام کو عجین

دون داغ یہ داغ تو سند ہے  
 منہدی کو قتل کروں گی و اللہ  
 کیوں آئی نیم چل ہوا ہو  
 اللہ کی مار تھیں سر سنبل  
 کانٹے یہ کھٹکتے ہیں نکالو  
 موجوں کے لگاؤ تازیا نے  
 تلوون سے ملوں جو دسترس ہو  
 پتے جلیں بھاڑ میں تو خوش ہوں  
 میں باغ سے اس کی جڑ نکالوں  
 کیوں آنکھ نہ آرسی نے کھولی  
 چپے کمرے ہوئے تھے شکم  
 چھڑکے نہ چھڑکے جگہ سے ہل کے  
 کیوں نکلے نہ یہ نکلنے گھر سے  
 توڑنے نے کیا نہ توڑ افسوس  
 اب سوچ بچاؤ او علی بس نہ  
 چھاتی پہ ہر چوٹ دھک دھکی کی  
 پھر کوئی سے سر چڑھ کے پھل پائے  
 دل کیوں نہ ہو ننگنوں سے ماپوس  
 منہ موڑ گئیں تھام کو عجین

بالامیر سراجو یا رہوتا  
 بجلی ہی چمک کے پھونکنی تہی  
 سونے والے ہن یا تو بالے  
 تادانی سے یہ بھی کر گئے بیر  
 بس پوئے وفا نہیں کسی میں  
 مستی کا جے نہ رنگ الہی  
 اشجار سے گھنچ کے تن گئی وہ  
 گبرہ ری بوٹون سے داغ بھاکر  
 ایسی نکلی سے او بھئی وہ گل  
 وضو نہ آئی ادھر بھی اور او بھئی  
 روئی چلائی غل محیا یا  
 سنائے میں تھے سب ہلکشن  
 کچھ اتنا ہوا میں سم بھرا تھا  
 او ترا صدے سے چہرہ گل  
 نہ رگس ہوئی خوف کھا کے بیمار  
 تپا تھا تو زرد ہو گیا تھا  
 شبنم قسمت کو رو رہی تھی  
 موجیں لب جو پکتی تھیں سر  
 غصہ تھا کہ قہر ڈھا گیا کون

دشمن کے گلے کا ہار ہوتا  
 چوڑی ہی لپکے ہاتھ لیتی  
 یاہن بالابتانے والے  
 موتی ہن یتیم کیا کھون خیر  
 کانٹا سی چھپی ہو کیل جی میں  
 ہوا سکو نصیب رو رہی یہی  
 جالا مکر ہی کا بسنگی وہ  
 روٹھی پھولون سے منہ بھلا کر  
 او بھئے شانے سے جیسے کال  
 طوطے کا نہ پایا ایک پر بھی  
 سر پر سارا جین اوٹھایا  
 چپ تھی گونے کی طرح سون  
 پر آبلہ جسم تاک کا تھا  
 چھٹکے ماتم میں موئے سنبل  
 کانٹے ہوئے سوکھ سوکھ کر خار  
 پانی تھا تو سرد ہو گیا تھا  
 گل کا دھن بھگور ہی تھی  
 گرداب کی عقل کو تھا چکر  
 آخر طوطے کو کھا گیا کون

چکرائی ادمردھر پھری وہ  
آنسو جس طرح چشم تر سے

مایوس ہوئی تو یوں گری وہ  
یہ جیسے کوئی گریے نظر سے

رستہ چلتے جنگل میں کالی آنکھ کی آنکھ کا ہٹک کے ایک  
نغمہ میں جا جا گوہر سے ملکر شب کو آسائش اور صبح کو پھر لشکر پانا

برہم ہے مرا مزاج ساقی  
تیشہ نہیں آبلے سے کچھ کم  
قسمتے گمن سے جب چھوڑا  
آکھون میں پھر آیا نور جا کر  
گردش جو رہی تھی صلتوں جاگ  
داغے پانی کو اہل لشکر  
شبم کیے بشر بشر کو  
ہوتے ہی سحر نجوم ستیاد  
وہ دشت تمام لوحِ انسون  
نخِ خاک کا پر غبار اوسمین  
کھلتے تھے وہاں بگو لے چکر  
کانٹے ٹھکے سے خشک رستے  
باؤ وہ کہ بھاڑ جا جب گرم  
تھی عشق کی راہ سے کڑی راہ

ئے آگ ہے مجھ کو آج ساقی  
ساغر نہیں ہے چشمِ مخم  
سیاروں میں ماہِ عالم آیا  
روح آئی تنوں میں دور جا کر  
منہ تک نہیں کچھ گیا تھا جڑ خاک  
بوٹوں کی بدوش جے زمین پر  
جوشب کو گرا اوٹھا سحر کو  
تھے صورت مہر گرم رقتا  
سطر جادہ میں شکر کا مضمون  
ہر ذرے کو انتشار اوسمین  
مرغان ہوا کے جلتے تھے پر  
چشمے ناسور ہو کے ہتے  
سایہ کچھ دھوپ سے سوا گرم  
ظالم کی نگاہ سے کڑی راہ

تقدیر و بان یہ رنگ لائی  
 ظلمت میں گھرے تھے یونہی ناگاہ  
 کم صورت ہوش ہو گئی راہ  
 شہزادہ کہیں کہیں تھے ساتھی  
 چکر لے وہ سب جو راہ بھولے  
 آخر نجات سیاہ چمکا  
 بے شمع تھے منتشر پتنگے  
 چھوٹا سیارون سے اک اختر  
 سارے جنگل کی خاک اڑائی  
 تلون میں یہ خشک کانٹوں کا حال  
 یا سایہ تھا ساتھ اسکے یاد  
 ہر چند پھر راہ صورت سر  
 دیکھا وہاں پھرتے پھرتے اک سیاغ  
 در صورت دیدہ و ابھوپا یا  
 گل تھے عذرا کے گال سے خوب  
 شیریں تھا قمر و بان کا  
 اوس باغ میں یہ سار دیکھی  
 کوٹھی تھی کہ قدرت الہی  
 بند اسکے درون سے چشم محبوب

کالی آنکھیں بلا سی آئی  
 جسے کافر کے دلمین اوہام  
 خود گم ہوئے سب تو کھو گئی راہ  
 اوس وقت کی اور ہی ہوا تھی  
 گویا جنگل میں تھے گولے  
 جب گرد چھنٹی وہ ماہ چمکا  
 ٹوٹے سر شمع پھر پتنگے  
 آوارہ ہوا وہ مثل صحر  
 شہزادے کی گرد و تکت پائی  
 ہوں جیسے برش میں کیڑوں بال  
 یا کھو کرین کھانے کو تھین یا غم  
 لیکن اوسکو ملانے شکر  
 جو دے دل داغدار کو داغ  
 مانند نگاہ اندر آیا  
 سنبل لیلی کے بال سے خوب  
 فرماؤ شہب و بان کا  
 کوٹھی اک زرد نگار دیکھی  
 رضوان دربان ملک سپاہی  
 پردون سے حجاب باز محبوب

دیکھیں وہ ستون تو ایسے شرمین  
 جھک کر اسی رخ کلاہ کی طرح  
 ایک شخص تھا زیب مند زرد  
 مہمان کو لینے اوٹھ کے آیا  
 رخ گرد سے ابر میں قمر تھا  
 روشن چہرے سے بچو ہی  
 پر گرد جو زلف پر شکن تھی  
 سمجھا کہ پڑی ہے کوئی افتاد  
 پوچھا کیا نام ہے کہا غیسر  
 پوچھا کہ وطن کہا بہت دور  
 پھر صورت ابر کر کے نالا  
 بولا کہ ہے ہجر غم کا بانی  
 جگ پھوٹ کے رہ گیا ہونہن فرد  
 بولا وہ کہ بے حواس کیون ہوا  
 دنیا میں ہیں نوش و نیش تو ام  
 ہو کم بھی خوشی تو کم نہ جانو  
 سختی جو نصیب ہو تو ڈر کیا  
 آہوں کو بس اب ہوا بتاؤ  
 کیوں ایسے فراق سے ہو چپین

دل کے دل ہی میں نالے بھجائینا  
 کوٹھی کو چپ لا نگاہ کی طرح  
 اوس شمع سے بزم تھی منور  
 آئینے کو آئینہ میں لایا  
 فانوس کا پردہ شمع پہ تھا  
 چھائی ہوئی پھول پر او دسی  
 چیل ناگن کا پیرہن تھی  
 ہے مثل غبار خانہ برباد  
 پوچھا کیا کام ہے کہا یہ  
 پوچھا کہ طلب کیا کہ مجور  
 آمد صحری کا غبار سب نکالا  
 بے برگ ہے نخل زندگانی  
 تنہا پھرتا ہوں صورت نرد  
 بیدل کیون ہوا وہ اس کیون ہو  
 ہے آج اگر خوشی تو کل غم  
 راحت ہو جو غم کو غم نہ جانو  
 دانتوں میں زبان کو ضرر کیا  
 ہنس بول کے کاٹیں وقت آؤ  
 ممکن نہیں کیا قرآنِ سعیدین



اس مہر کا شکر کر کے وہ ماہ  
جو اس مہمان کا میزبان تھا  
پر یون سے بھرا ہوا تھا جنگل  
لوگوں نے جو دیکھے اس کے جوہر  
نیزت کہ صفائی میں سحر تھی  
گل بوئے و فایہ ناز کرتے  
بولا وہ جہین نشاط کے رنگ  
وہ حسن کہ حورا و نیہ صدقے  
ناز ایسے کہ ناز آپ حیران  
بیلی کمرین لچک بھی اونچین  
چھا جائے گھٹا جو بال کھولین  
کا کل سے بلا چلن سے شمشیر  
اٹھلاتی ہوئی وہ آگے آئین

بولا تم شخص ہو میں گمراہ  
وہ اوس جنگل کا حکمران تھا  
جنگل میں تھا اسکے دم سے جنگل  
کنے لگے آبرو سے گوہر  
آپ ز مزم سے پاک تر تھی  
آگے دامن دراز کرتے  
پر یان حاضر ہوئیں خوش آہنگ  
وہ نور کہ نور او نیہ صدقے  
غمزے ایسے کہ غمزہ قربان  
گورے چہرے چمک بھی گزین  
کلیان چمکین جو منہ سے بولین  
ابرو سے کمان نگاہ سے تیر  
موقع پاکر غنیل یہ گائین

غزل

دل کو نالون کا حوصلہ ہے  
جو سینے پر اپنے آبلہ ہے  
یہ آٹھ ہر سر کا مشغلہ ہے  
ہمراہ اشکون کا قافلہ ہے  
باقی جو نفس کا سلسلہ ہے

سر پھرنے کا چرخ گو گلہ ہے  
دھمکا ہے یہ شہرت جنون کا  
چارون جانب کی خاک اورانا  
کب شست جنون میں ہوں اکیلا  
ہاتھ آنگی زلف ایک دن شوق

تائین ہوئیں برجمیون سے برہکر  
 توڑے دل تل رہے تھے گویا  
 بھرتا جنم جگر نہ دھکا  
 کاٹی مشکل سے رات غم کی  
 نصبت ہوئی سیہان کی لازم  
 اختر یون ساتھ ساتھ آیا  
 گوہر سا خضر ہوا جو تہر  
 شہزادے کی چار سو نظر تھی  
 دیکھا مہ عید رو برو ہے  
 اختر کی طرف وہ ماہ لپکا  
 طالع سے ہوئی مراد حاصل  
 گوہر سے تھا پتہ ہمسری کا  
 اوٹھ بیچ کے ہو گیا نصبت

پتھر پڑے گنگری سے دل پر  
 سم زہراو گل رہے تھے گویا  
 مرہم تھا خراب اثر نہ دھکا  
 قسمت سورج کے ساتھ چلی  
 گوہر ہوا ہیری کو عاظم  
 جس طرح سے ہم قدم ہو سایا  
 سیارون میں آ ملا وہ اثر  
 چشم آئید مثل در تھی  
 شکل آئید رو برو ہے  
 پیاسا تھا کہ سوئے چاہ لپکا  
 یون ملگے جسطرح مکین دل  
 جوڑا رشتہ برادری کا  
 کہہ سکے یہ سوئے مثل قسمت

بگل سے نکلا ایک پہاڑی شہزادے کا جانا  
 درویش سے ملکر تعویذ کا پانا۔ آگے چل کر بیچ دریا میں  
 مکان کا نظر آنا اوس مکان سے نترن کو جسے دیونے  
 جادو کے زور سے قید کیا تھا اپنا تعویذ دیکر چھوڑا نا

پہاڑے شراب پیئے ولے

ہاتھوں میں لیئے ہوئے پیلے

بھر دے ساقی پیالے بھر دے  
 وہ شمع منور و قہر آرم  
 مقراض شعلہ مہر نے جب  
 معشوقہ صبح صاف ہنس کر  
 آنکھوں نے طلسم خواب توڑا  
 اوہام طلسم لاکھ آئے  
 دیدے یاد و کو کس جھجے چیز  
 بڑھتے پہ تھے دونوں سقدروٹ  
 یوں ایک طرف چلا وہ بتاب  
 جنگل ایسا گھٹا تھا آگے  
 تھی بیل زین پہ جال کھولے  
 دھوپ آئی کہیں کہیں جو پندر  
 ظلمت تھا ہر بشر کا یہ حال  
 پائے نہ دہن کا راستہ  
 سب کہتے تھے جان کھو گئے  
 ان جھاڑیوں میں ہو رہے گم  
 حلتے تھے انک انک کے طرح  
 جنگل جو کٹا تو مثل صحر  
 بے حد اونچا بہت بڑا تھا

دوسری آنکھوں نے لے بھر دے  
 بند آنکھیں کیے تھا مثل بادام  
 جڑ سے کی قطع کا کل شب  
 اگر دون کے محل سے نکلی باہر  
 لیکن کھولیں حجاب توڑا  
 ہمت کے قدم نہ دگ گئے  
 بالوں نے کہا بلا ہے کیا چیز  
 دل اور قدم میں چلتی تھی چوٹ  
 پستی پر روان ہو جسے سیلاب  
 شب آئے سے جسے ڈر کے بھاگے  
 کالی دیسی تھی بال کھولے  
 پڑتی وہ زین پہ داغ بھر  
 پھر زین کی کے جیت ہو خال  
 گم عقل سے ہو داغ کی راہ  
 زندہ در گور ہوئے آئے  
 زلفین تو ہیں مائیکے مگر گم  
 اوجھے بالوں میں شانہ جسطرح  
 اک کوہ سے کھائی سب نے مگر  
 رستارو کے ہوئے گھرا تھا

باتیں کرتا تھا آسمان سے  
 جی ہار گیا تھا ماہِ عالم  
 لیکن دم لیتے خاک راہی  
 آگے مثل قدم بڑھا وہ  
 دیکھا چوٹی پر اک مکان ہے  
 تا بامِ نگاہِ شوقِ پیاسہ  
 چشمِ غلمان کا در پہ شک تھا  
 اندر جانے کا اذن پایا  
 اوتن مرج میں آفتاب تھا ایک  
 چہرہ تر آن چشم بدو  
 آنکھوں سے عیان تھا حسنِ ایجاد  
 گویا ہوا یون وہ شاہِ تخت  
 بولایہ کہ اک غریب ہو نہیں  
 بتیاب ہوں تاب کی ہوس ہو  
 روشن کیا رنگ تیرہ بختی  
 اصرار کیا کہ آج بھٹسم کہ  
 سب نے پہ جو تھی بگڑ کے تقدیر  
 کھانے کھائے مزے مزے کے  
 تھا شام سے طالبِ سحرِ بخت

اعلیٰ نظر آتے تھے وہاں سے  
 دم بچوں کے کہتا تھا کہ لودم  
 کاتون سے زمین تھی کہ ساہی  
 موٹی تھا کہ طور پر چڑھا وہ  
 جنتِ بالا کے آسمان ہے  
 ہموار بہ صورتِ عباد  
 دربان مانسہ دم دم تھا  
 دیدے میں وہ شکل سا سما یا  
 درویش فلک جناب تھا ایک  
 داڑھی تقسیم سورہ نور  
 خالق نے کیے تھے منہ پہ خود صا  
 آتا ہو کہ ہر سے اوجوانِ بخت  
 اب کیا کہوں بے نصیبِ مین  
 ماہی ہوں آب کی ہوس ہو  
 نرمی سے بیان کی وہ سختی  
 مجھ پیر پہ اوجوانِ کرم کہ  
 پہلو میں کمان کے زنگیا تیر  
 میوے پائے مزے مزے کے  
 چکا اوھر آفتاب ادھر بخت

آمادہ ہوا سمنہ یہ راہی  
 چلتی آندھی کا ٹوکٹا گیا  
 دریائے کرم کو بس آئی  
 اک نقش رستم کیا کھالے  
 دامن رہے کوٹ سحر سے پاک  
 آندھی ہو تو گرد ہو کے رہ جائے  
 بیدل نہ خوف کیا خطر کیا  
 تقدیر کی نارسانی کتبک  
 تعویذ کیسے گلے میں ڈالا  
 کچھ دور ہوا جو گرم رفتار  
 تھا جوش میں صورت جوانی  
 موجیں وہ کہ چھپ جائے ابرو  
 چلی۔ سرچاک۔ چرخ خضر  
 اک قہر بلند تھا سر آب  
 آنکھیں پھر کین کہ ہے نئی سیر  
 دریا میں سما کے مثل ماہی  
 شکل آنکھوں شش در جو وا تھا  
 دیکھا تو ہے رنگ بلغ کا اور  
 چھوٹے چھوٹے قد و نیپے پوسے

اوٹھ بیٹھ کے زحمت اٹھنے چاہی  
 بہتر پانی کا روکتا گیا  
 کی اوس کشتی کی ناحہ دانی  
 چل یان سے ہوا ہوتا لے  
 دریائے طلسم میں اوڑے خاک  
 آتش ہو تو آب ہو کے بہ جلے  
 دریا کا ثنا و رون کو ڈکیرا  
 پہونچے گی ضرور سانس لبتک  
 خوش ہو کے بڑھا وہ سرو بالا  
 حائل ہو ایک بحر زخار  
 اور آب میں عمر کی روانی  
 فلوار اپنی چھپائے ابرو  
 یکھیں یہ رب بھنور سے چکر  
 دروا تھا بشکل چشم بخواب  
 موج آئی کہ دیکھ لیتے سیر  
 اوس گھر کی طرف ہوا وہ راہی  
 پردہ کیا تھا حجاب کیا تھا  
 یوا اور بیان کی ہے ہوا اور  
 دہنتے تھے جیسے جی رہ چھوٹے

آتے تھے ہرے ہرے نظر برگ  
 کچ تھا جو شجر تو بخت پتھا  
 ہر پھول کے رنگ کا یہ تھا حال  
 بنگلہ لب جو حجاب کی شکل  
 بنگلہ مین تھی ایک حور پیکر  
 تھی مائل خواب شکل چل  
 آہستہ قدم کی واہوئی آنکھ  
 آنچل رخ سے جو ہٹ گیا تھا  
 مانند حجاب سر اوٹھا کر  
 بھاگو کہ شجر شجر ہے یاں دار  
 بھاگو کہ ہے خار خار شتر  
 چھو کر کوئی دیکھے ہیں کب انکو  
 بولا یہ کہو تو خیر ہے حیر  
 بولا یہ کیوں وہ بولی ایجان  
 شعلے کی لپک سے خس نہچے کیا  
 بولا وہ کہ دیو کیا بلا ہے  
 کیوں زرد ہو زعفران تین تم  
 بولی مین پری ہوں نترن نام  
 صدے اس گھر کے سننے والی

پھا ہا زنگار کا تھا ہر برگ  
 سیدھا کسی پر جفا کا قد تھا  
 چہرہ غصے سے جیسے ہولال  
 در دیدہ ہے حجاب کی شکل  
 جیسے پیشی کا آنکھ مین سر  
 فاقوس تھا شمع رخ کو آنچل  
 نادیدہ سے آشنا ہوئی آنکھ  
 پردہ غیرت کا پھٹ گیا تھا  
 بولی کہ کہاں پھنسے تم آکر  
 بھاگو کہ ثمر ثمر ہے یاں بار  
 بھاگو کہ ہے شاخ شاخ خضر  
 اتلو رہیں زخم کے سب انکو  
 بولی وہ کہ ہو نہ سیر مین سیر  
 یہ دیو کا گھر ہے تم ہوا نسان  
 بنگلے سے بھلا گس نہچے کیا  
 تم اپنی کہو کہ بات کیا ہے  
 برگ فصل خسران نہیں تم  
 آفت زدہ غم نصیب نا کام  
 آغوش اجل کی رہنے والی

سونے کو تو سونی تھی وطن میں  
 اک دیو سیاہ تھا سر ہانے  
 صورت سے بلا کو ڈر بلا کا  
 قد سے سانکھو کا پیر اک خار  
 آملے وہ شب کو مثل ظلمت  
 جادو سے مجالِ رم نہیں ہے  
 بولایہ کہ اوٹھ قدم بڑھا چل  
 وہ سمجھی بہی یہی سیل سمجھا  
 بولایہ کہ اسے پری نہ ڈرتو  
 بولا مجھے کیا پڑی ہے میری  
 سیلاب سے زور کیا چلے گا  
 کچھ حوصلہ ہاں بڑھے تو جانوں  
 تعویذ دیا کہ لے ہوا ہو  
 بولا کہ ظلم کو یہ توڑے  
 آہو کی طرح وہ کر گئی رم  
 لشکر میں خبر سے آگے آیا  
 موقع افسانے بدل دیا وہ  
 دیو آیا تو وہ چمن تھا خالی  
 چلایا کہ آئی کیا تباہی

چونکی تو پری تھی اس چمن میں  
 دیکھا دکھ لایا جو خدا نے  
 ہر حلقہ چشم ہر بلا کا  
 دم سے بادِ سموم افی لہتا رہا  
 جاتا ہی سحر کو شب کی صورت  
 لون سانس اتنا بھی دم نہیں ہے  
 بولی کہ بیان سے ہو ہوا چل  
 وہ سمجھی اہم یہی سیل سمجھا  
 بولی دیوانہ ہے بشر تو  
 بولی نہیں اتنی جان تیری  
 ٹلے سے پہاڑ کیا لے گا  
 یہ سیل منڈھے چرھے تو جانوں  
 بولی وہ جو دیو لیکے کیا ہو  
 پتھر ہو تو موم کر کے چھوٹے  
 نکلا یہ جنان سے جیسے آدم  
 آپ اپنی نظر سے آگے آیا  
 چلتا جادو تھا چل دیا وہ  
 کھوئی جو زبان دہن تھا خالی  
 جادو کہ صراڑ کیا الہی

گھر میں وہ پری نہیں عجب ہو  
آنے والا کسے کمون میں  
لون پر تو گمان ہی نہیں ہے  
ہاتھوں سے کبھی تو سر کو تھاما  
ترپا تو گرا سر زمین وہ  
پوشیدہ ہوا جو مہر روشن  
جنگل کا سفر تھا شب کو مشکل  
ستر پہ گرا وہ ماہِ عالم

پیشانی نہیں آنکھ میں غضب ہو  
یاد صوب ہو یا ہوا ہو دوہین  
لون دونوں میں جان ہی نہیں ہو  
اُٹ کر کے کبھی جگر کو تھاما  
جان کی کین بھتی اور کین وہ  
پھیدا ظلماتِ شب کا دامن  
کی صورتِ جہرِ مستم منزل  
گل کے دامن پہ جیسے شبنم

ماہِ عالم کا دیا محبوب میں آنا خبر اپنے خسرو کا استقبال  
کے واسطے جانا راہ میں ملے اپنے گھر لانا

ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں آئیں  
شوق سے لالہ فام ہے آج  
جب ن شب کی بغل سے نکلا  
کی دور کثافتِ تنِ شب  
کروں نے دکھائی کیمیائی  
رستے پہ چلا وہ ماہِ اسطرح  
وے ساتھ ہوا تو گرد ہو جائے  
دیکھا شاداب ایک جنگل

کالی کالی گھٹائیں چھپائیں  
تو بہ قربانِ جام ہے آج  
سورج اپنے محل سے نکلا  
زائل کیا زنگِ دامنِ شب  
سوئے گی زمین رب بنائی  
نقشِ مسطر پہ خامہِ اسطرح  
دلِ آبِ روان کا سر ہو جائے  
سبزے کی کچھی تھتی جس میں نخل



روحی قوت بہم ہوا سے  
گل جیسے دھن کا پیر ہن لال  
اشجار بہت بڑے بڑے تھے  
چوٹی پہنچ کر کی جو رسا ہو  
دعویٰ کرے حسن کا تو ہر شاخ  
انسان جو ہو اوہان کی کھلے  
آجائے نظر جو دشت کی نہر  
یون آنکھ میں ہو نگاہ شاداب  
بیلین پھیلی ہوئی زمین پر  
کچھ کہنے کو منہ جو اٹنے کھولا  
یہ سب فردوس کی زمین ہے  
چمکا چہرہ جو غم سے تھا ماند  
بیاختہ لب کھلے ہنسی سے  
سرسبز شراب شوق تھا دل  
برج قصہ حبیب چمکا  
کیا اوج مکان کو تھا مکین سے  
یون شوق سے اڑ چلا وہ ضویہ  
تاجر کہ تھا کاروان کا دمساز  
فردوس میں سب سے آگے آیا

آئے مٹے مین دم ہوا سے  
بتوں میں رگون سے زلف کاجال  
معتشوق دراز قد کھڑے تھے  
اللہ سے اوس کا سامنا ہو  
ابرو میں نکالے شاخ پر شاخ  
تخت لائیں مین بھل آئے  
ترہون لب خشک صائم الدہر  
جیسے لب جو گیاہ شاداب  
زلفین چھٹکی ہوئی مجبین پر  
تاجر واقف تھا بڑھکے بولا  
جس پھول کی بوہر وہ ہمیں ہو  
بدلی جو چھٹی نکل پڑا چاند  
پھول اوسکا دہن ہوا کلی سے  
جتنی منزل گھٹی بڑھا دل  
قسمت چمکی نصیب چمکا  
سورج تھا قریب تر زمین سے  
ٹوٹے پروانہ جیسے لوہر  
نکلا جیسے جس سے آواز  
غیون میں یہ تازہ گل کھلایا

ہے آپ کو جس غریز کی چاہ  
 دو نکلے ادھر سے چار او دھرتے  
 تھے راہ میں جمع شہر والے  
 دیکھا دیکھی بہا را آئی  
 جس نے پھرے پہ آنکھ والی  
 دُنکا جو حبا کہ آئے آئے  
 پہونچا یہ ادھر سے وہ او دھرتے  
 ملنے لگی گر کے فوج پر فوج  
 شہزادہ و شاہ ملے باہم  
 ایسا ملنا جو دیکھ پائے  
 دل خوش تھا کہ نور چشم آیا  
 آنکھیں روشن ہوئیں وہ طہریا  
 جی دیتے تھے ساکنانِ فردوس  
 جو تھا وہی دل دیئے ہوئے تھا  
 وان فکر قرآن ماہ و خورشید  
 وان دختر رز کو فکر مینوش

اس مصرعین لایا اوس کو اللہ  
 دوڑے کہ بلائیں لین نظر سے  
 یا مانک بھری تھی موتیوں سے  
 صبح شب تہطنا را آئی  
 مہمان نے آنکھ ہی میں جالی  
 خسر و بھی چلا کہ بڑھکے لائے  
 دل سے ملا نظر قطر سے  
 لوٹی جاتی تھی موج پر موج  
 یوں تھے جیسے ثمر ہوں توام  
 گر دوں جو زاکو بھول جائے  
 گھر تگ سے پتلیوں پہ لایا  
 منہ کتنی تھیں پتلیاں بشریا  
 اوس ماہ کا دم تھا جانِ فردوس  
 اپنا پہلو لیئے ہوئے تھا  
 یان بزم خیال و جمع مہر  
 یان صورت بادہ شوق کو جوش

یا سمن کنی پختی اور گلشن کا سمجھانا۔ آخر ماہِ عالم اور  
 یا سمن دونوں کا بلوغ میں ملنا

گلشن میں کھلا چلی ہوا پھول | دے بادہ کشون کو ساقیا پھول

چل نکلی ہوا بہار کی اب  
 ملنے کی جو یا سمن کو بھی لاگ  
 پیارا اپنا جو طہرین آیا  
 ملنے کا جو مل گیا سہارا  
 بیشک کسی بات کے تھے حوا  
 لب کہتے تھے کان سنتے تھے ذکر  
 کہتی تھیں نگاہ تر سے تا چند  
 حسرت بولی نکلیے جلے  
 دل گئے لگا چلو گی کیونکر  
 گلشن کہ تھی دم کی شکل ہدم  
 حیرانی کا حال او سے بتایا  
 گلشن نے کہا کہ او سمن بر  
 بے سلسلہ خاک بن پڑے کام  
 بے عقد نہ اٹکے بند سے بند  
 کیا کھلنے کھالو گے قدم مہم  
 ہو پردے کی بات اگر فسانا  
 جی چھوڑ کے یوں نہ کھیلو جی پر  
 بولی وہ کہ آنے ہے اندھیر  
 بھوکے پہ ہو چاہے بھوکا لب

طاقت نہیں انتظار کی اب  
 بھڑکاتا تھا عشق شوق کی لگ  
 آرام بنا جس گریں آیا  
 کیا کیا اسے شوق نے اُبھارا  
 لب ملتے تھے مضطرب تھے گویا  
 آنکھوں کو بھی دیکھنے کی اب فکر  
 کب تک رکھیے اسے نظر بند  
 پاؤں آگے بڑھے کہ جلے جلے  
 چھاتی پہ توہن جیا کے چھتر  
 تھی خسر م راز جبے محرم  
 تنہائی میں آئینہ دکھایا  
 جامے سے نہ مثل ہو باہر  
 بے زینہ بشر نہ ہو بچے تابام  
 بے رشتہ لگا ئے کون پوند  
 لاکھ آنکھوں کی شبان بہن ہم  
 مشکل ہو جائے منہ دکھانا  
 دو وقت میں گے وقت ہی  
 سر پر عسلی علیج میں پر  
 رو کو جو وہ ہو غذا کا طالب

دریا کے کنارے ترے پیارا  
 دل میں نہ سرور آنے پہلے  
 آثار جو دیکھو کچھ ہنسی کے  
 گلشن بولی کہ ہوش میں ہے  
 رسوا کہیں چشم تر نہ کر دے  
 بولی پھر کیا کہا کہ صبر  
 نازک تھی وہ جبر خاک ٹھانی  
 گلشن نے غرض اسے نبھالا  
 تھی اک زین پیر کہنہ شاطر  
 دم دے جسے دام میں آئے  
 دل اسکا لیا کہ کہ تو بولوں  
 پوچھا تو کہا سنا تو مانا  
 کہ سن کے اٹھا کے خامہ شوق  
 لے مہر جمال و ماہ عالم  
 لے ساحر سحر نقش تصویر  
 لے عاشق و نیر شکل محبوب  
 لے مطلب نامہ رسائی  
 لے رنگ و لب شیشہ دل  
 اسے مردم چشم میزبانی

پانی پینے نہ دو ذرا سا  
 ہان بج ضرور آنے پہلے  
 رو کو مرے دونوں ہونٹھی کے  
 کیون مثل شباب جوش میں ہے  
 رنگ اوٹھے کہیں خبر نہ کرے  
 بولی کیونکر کہا کہ کرب  
 گھڑیاں کی طرح پیٹی چھانی  
 رستا ملنے کا یوں نکالا  
 نور حیران خاطر  
 دو باتوں میں چار کو لکائے  
 پردہ رکھے تو راہ گھولوں  
 ٹھہرا خط لے کے جانا آنا  
 تحریر کیا یہ نامہ شوق  
 دے روشنی نگاہ عالم  
 دے ناموری سے ہم تسخیر  
 دے طالب ہم بربک مطلق  
 دے معنی لفظ آشنائی  
 دے سہل نامے کا مشکل  
 دے چشمہ آب مہربانی

اے چل مدعاے سازش  
 تم لکھتی ہوں میں بگڑ نہ جانا  
 پوچھے کوئی پھرے جی کی  
 تم کیا مہمان ہو کے آئے  
 یوں آئے سرور جیسے دل میں  
 لیکن جھوٹوں خیر نہ لی واہ  
 ظاہر کروں رنگ یا سمن کیا  
 اشکوں نے بہا حسن کھوئی  
 یوں غم سے ہوا کا منتشر حال  
 زور وں پہ ہے بسکہ ناتوانی  
 اوٹھنا جو پڑے کمر پڑے  
 ایسا سکتے نے اس کو کھویا  
 بیمار کو جان کھوتے کیا دیر  
 گل شمع حیات ہونہ جائے  
 کب اہل فتنہ کر کرن منظور  
 جھوٹا حاتم کے چلتے بیتاب  
 کچی بھی جو جگر کی گھڑی سے  
 تم چاہو تو داغ ہجر کو جانے  
 گلزار کو آئے دن سرشام

وے سالکِ جادہ نوازش  
 منظور ہے لطف کا جتنا  
 کیا بات ہے بے تکلفی کی  
 فردوس کی جان ہو کے آئے  
 ایمان کا نور جیسے دل میں  
 لی چاہ کی آبرو۔ ا جی واہ  
 سوکھا ہوا گل گل ہے تن کیا  
 رخساروں کی آبرو ڈھوئی  
 جسطرح ہو سے زلف کبال  
 زیبا ہے کسے جو لن ترانی  
 کا گل جو ہے تو سر پڑے  
 شبہ ہو کہ بے دہن ہے کیا  
 نیند آہی گئی تو سوئے کیا  
 یہ دن کہیں رات ہوتے جائے  
 ہو نور کے ہوتے آنکھ بے نور  
 پیاسا پانی کے ہوتے بے آب  
 وائے بیاض سے بڑی ہے  
 یہ گل خزان نہاں ہو جائے  
 گماشت کو جاتی ہے یہ کلفام

آیا پوشیدہ یون وہاں تک  
 غیر دن کو نہ آشنا بنانا  
 لکھ پڑھ کے کیا حوالے نامہ  
 مطلوب کے پاس دم میں آئی  
 وہ نامہ کہ اشتیاق کا تھا  
 چو مارخ دلربا کی صورت  
 نقطے جو تھے صفحے پر نمایاں  
 جو لفظ تھا صرف مدعا تھا  
 حروف کی کشش میں زورِ خیر  
 نقاش سے یون کھینچے یہ مثال  
 یہ فکری نکلے تھے جس کشش سے  
 بندش جو وہ دیکھ پائیں معشوق  
 پیرا ہن چست اوس سے شریک  
 الفاظ جو شوخیان دکھائیں  
 حسنِ خطِ چہرہ عارضی ہے  
 دیوانہ نہیں کہ زلفِ جانوں  
 مطلبِ باطل سے حاسنِ اوس کا  
 بھرنے کا تھا اسے بھی نقشِ نسخہ  
 اے تابِ عیشِ حتمہ حالان

جیسے دل سے سخنِ زبان تک  
 بالا بالا ہوا بہت سنا  
 چلدی زینِ پیرِ مثلِ خامہ  
 مکتوب دیا طلبِ سنائی  
 نسخہ درِ فراق کا تھا  
 کھولا بندِ قبا کی صورت  
 پیشانی حور پر تھی افشان  
 جو حرف تھا حرفِ مدعا تھا  
 جذبِ لفت کی اوس میں تاثیر  
 صیاد سے یون نہ کھینچ سکے جال  
 کھینچی تھی رسِ اسی روش سے  
 چوئی کو نہ سرِ حطّہ ایں معشوق  
 عقدہ بندِ قبا کا کھل جاے  
 دید و گھونگھٹ میں مٹھ چھپائیں  
 شان اور سوادِ نامہ کی ہے  
 بانِ وصل کی شب کو تو مانوں  
 آسان ہوا کارِ مشکل اوس کا  
 یون افسے کیا جوابِ تحسیر  
 بے بال و پر شکستہ حالان

اے عقدہ کشائے خواہش دل  
 اچھی روش شش نکالی  
 کیون جی مجھے چاہ کچھ نہیں ہے  
 بان بات کی بچ پر آہی جانا  
 دل پناہیں کس طرح دکھاؤں  
 کیا ملنے کے شوق کا جتنا  
 گلزار کی راہ جو بتائی  
 اس مہر کا شکر ہو کما شک  
 رحمت کی تھی منتظر زن پیر  
 مانند سیم سن سے آئی  
 اس شمع نے ہرٹ کے کچھن سے  
 وہ جل گئی دوڑی تاؤ کھا کر  
 بگڑی تو بنایا دل لگی سے  
 سب پردہ درون سے اڑ کر کے  
 جو آنکھیں خیال یار میں تھیں  
 صورت کا بناؤ جی پہ رکھا  
 پانوں سے ہوئے لباس قدر لال  
 شانہ شوخی سے سر چڑھا تھا  
 دکھلا کے وہ شکل پیاری پیاری

وے رہبر شوق تا بہ منزل  
 خط کیا بھیج سب اکسندہ کی  
 کہ دو وا لندھیں نہیں ہے  
 جھوٹی قسم آج کھا ہی جانا  
 یار اٹھیں بھیج دوں جو پاؤں  
 گیسو سے بڑا ہے یہ فنانا  
 کی صورت خضر رہنمائی  
 ہو شام تو ہو چون مین وہاں تک  
 خط پا کے گمان سے بنی تیر  
 نامہ گلشن کے پاس لائی  
 خط پڑھ کے چھپایا یا سمن سے  
 یہ منہس پڑی بھالکی منہ چڑھا کر  
 روٹھی تو منایا منہسی سے  
 نامہ دیا چھپر چھاڑ کر کے  
 اب شام کے انتظار میں تھیں  
 منہ پیار سے آرسی پہ رکھا  
 ہو زرد آنکھیں دیکھ لے اگر لال  
 گویا چوٹی کا آتش نا تھا  
 آنکھیں کی آبر و اتاری

سنگی چوٹی کے بعد پینٹ  
 چوٹی پہ شجر کی دم رکھا  
 دکھلاتا تھا سیس پھول سر پہ  
 ٹیکا زینت کا زیب سر تھا  
 گھنگھر و چھن چھن بجائے اُسے  
 تھا گرمیِ حسن کا عجب رنگ  
 شستہ ہو سب آنے کا پارا  
 وہ تارِ نظر کا رخ پہ ہو حال  
 لین گال چراغ سے چراغی  
 ادیکھا وقتِ زوالِ غم ہے  
 گھر سے گلشن میں آئین اس طرح  
 شہزادہ بھی مستِ شوق آیا  
 پتے گالوں کو زرد کر دین  
 بیلین جو دکھائیں جال اپنے  
 ہوں پھول ہزار چاک دہن  
 موسیٰ کا عصا شجر سے جھک جا  
 خاکِ چمن ایسی پُر تکلف  
 کوثر سے ہے قولِ حوض تو کیا  
 انسان سے جو تہِ درخت ہو جا

بھاری جوڑا جڑاؤ گستا  
 چھپکا کمنے کو نام رکھا  
 جگنو شربِ تار میں شجر پر یہ  
 افشان کا ستارہ اوج پر تھا  
 سوتے فتنے جگائے اوسے  
 لکے سے بدن کے موم ہونگ  
 فی اسٹار ہو جو کرنے نظارا  
 ہونہن مریض تب کا جو حال  
 سورج کو گریبن جلا کے داعی  
 دن صورتِ عمر پیر کم ہے  
 آئے بادِ بہا جس طرح  
 دیکھا جو وہ باغِ گل لکھایا  
 خورشید کو گردِ برد کر دین  
 معشوق چھپائیں بال اپنے  
 یوسف کی مثال پاک دہن  
 عیسیٰ کا نفس ہوا سے رک جا  
 جس خاک سے تھا خمیرِ یوسف  
 تیرے پانی کی آبرو گیا  
 سرسبز نہالِ بخت ہو جا



چشمِ دلبر ہر اشیائے  
گردون تھا کہ دارِ بست آنکلو  
چتون کی ادا نظر سے گزری  
یاں پردہ چشم ہو گئی شرم  
یاں جھجک کے نظر زین پہ پہوچی  
یاں شرم سے پھول شبِ نیم آلود  
یاں موئے مرثہ نظر پہ پلن  
دل پہلے ہی دل سے مل چکا تھا  
ملتے ہی کھلین ہوس کی راہیں  
حسرت مانے نکل کے آخر  
شہزادہ تھا ولولوں سے پرچش  
منہ سے جادو نکالتا تھا  
قسموں سے بناوٹوں کی باتیں  
ہاتھ اسکے بڑھے تو ہٹ گئی یہ  
لکھٹ کی جھجکی زبان کھولی  
دیکھے کوئی انکے شوق کا حال  
دن اور اندھیرا اس بلا کا  
میں ایسی نظر جو جان پاتی  
اسکی نکلے نہ اب ہن سے

پستلی کے مرغ کو زمانہ  
دانوں میں نجوم کی طرح نور  
بر چھپی کی آنی جگر سے گزری  
پہلو وہاں شوق نے کیا گرم  
وان چشم ہوس جبین پہ پہو پچی  
وان کوشش عاشقانہ مقصود  
وان دست ہوس کو شوق دہن  
کام آنکھوں کے ملنے پر رکا تھا  
لحیائی ہوئی پڑین نگاہیں  
ظرفِ دل بھر کے پھٹکے آخر  
جیسے مے کی ہوس میں مینوش  
دورے باتوں سے ڈالتا تھا  
نظروں سے لگا وٹوں کی گھاتیں  
آنچل کی طرح سمٹ گئی یہ  
بل ڈال کے تیوریوں پہ پوئی  
ٹپکے پڑتے ہیں ج طرح رال  
قم ڈالنے آئے مجھ پہ ڈاکا  
گھر کے اسپند لے کے آتی  
چڑیاں مری اڑ چلیں چمن سے

افت اپنی زبان پہ لائے کیون تم  
 کچھ خیر ہے گفت گو یہ کیسی  
 توبہ ایسا کتنا توبہ  
 ایسے کچھ پاک دل نہیں تم  
 کیونکر بان پھر تو ہاتھ جوڑو  
 متھ دھو آؤ۔ وہ نہر ہے جاؤ  
 اشکوں سے میں خوش کہ یہ دانی  
 آپے کو تجھے ہوئے ہو کیون تم  
 آباد ہو شر پہ خیر ہے کچھ  
 مریم کی قسم ہوں پاکہ من  
 مجھ پر ابھی حق نہیں تھا را  
 کھٹکا تھا کہ بھید کھل نہ جائے  
 نرگس دیکھے تو کیا عجب ہو  
 بیدار نہ سبزہ باغ کا ہو  
 اکا تانا کہیں خلش نکالے  
 پتے نہ کہیں پتا بہتادین  
 بے نہ یہ موج ادھر کی کروٹ  
 غنچے نہ جٹک کے گل کھلا میں  
 لب نہر کے کچھ سے نہیں ہیں

تھا درد کہیں تو آپے کیون تم  
 بندی نہیں بے تکلف ایسی  
 تم کتنے ہو بے نگاہ توبہ  
 اپنل مرا چھو نہ لو کہیں تم  
 قدموں کی نہیں بدی ہو چھوڑو  
 گھر بھول گئے وہ شہر ہو جاؤ  
 دے گی میرے چمن کو پانی  
 کچھ پی تو نہیں کہ ہوش ہیں گم  
 میری عزت سے میرے چھ  
 چھوئے نہیں پانی خاک نے من  
 کیا غیر پر غمیر کا اجارا  
 ایسا نہو بھول کھلکھلائے  
 سون نہ کہے یہ کیا غضب ہے  
 شمشاد نہ تاک میں کھڑا ہو  
 سنبھل نہ کہیں بلا میں ڈالے  
 چڑیاں نہ کہیں خبر اورادین  
 چمکے نہ جاب پائے کہہ ٹ  
 پو پائے نہ لے اوڑھیں ہو ائین  
 چشمے بخت دور ہیں ہیں

دیوانوں پہ کیا کڑی پڑی تھی	پہنچی اس عیش کی گھڑی تھی
بکھلے گلشن سے صورتِ بو	دوسمت بڑھے برنگِ کیسو
آئے تھے دونوں صبر کی طرح	روتے گئے لیکن ابر کی طرح
جرات ملنے کی شب کو کب تھی	خواب کی رات اون کی شب تھی

ماہِ عالم کا رستے رستے جانا۔ ایک امیر کی بیٹی کا دل انا  
 یامین کا تجربا پنا۔ باغِ مین ملے ماہِ عالم کو جلی کٹی سنانا

رندوں کو کمان قرار ہے	ہنوتھوں پہ ہر جان زار ہے
ساقی لانا مے جنونِ حیر	ہے جوش بہارِ وحشتِ گیز
اک صبح تھی چاکِ جیبِ شامت	یا حب اوہ عارضِ قیامت
وہ مہرِ فلک کہ چشمِ حاسد	وہ رنگِ شفق کہ خونِ فاسد
دنیا کی ہوا تھی یادِ مہر	بیل کی صدا کہ نالہ درود
شہزادے کو آئی سیر کی لہر	آیا گلشنِ مین صورتِ نہر
کاسٹون مین جواوڑ کے دہن کا	دل او سکا شگونِ بد سے کھٹکا
سمجھا کوئی بیکلی بدی ہے	بیرنگ ہوا کچھ آج کی ہے
بچھو لون پہ نطس پڑی تو رو	انگارے دکھائے تھے گویا
ترکس کی نظر تھی اوس سے ٹیڑھی	مہر شاخِ شجر تھی اوس سے ٹیڑھی
شمنشاو کو کچھ شیدہ پایا	اور حوض کو آبِ دیدہ پایا
طارکے بولنے کڑے بول	نچھی سی زبان پر بڑے بول

پہل پھر کے نفس کی طرح کچھ دم  
 سستے تین تھا اک امیر کا گھر  
 پھرے پہ بہار رنگ کے دن  
 چمکے ہوئے تھی بال ظالم  
 چتون تھی پڑھی ہوئی اداسے  
 علیے جو ملائین عمر کے دن  
 گھونگھر جن میں نگاہ چکرے  
 آچل اوڑ کر اگر ہوا دے  
 آنکھوں سے جو وہ کرے نظارہ  
 جس دم شکنین جبین پہ آئین  
 ہو جاہ ذوق کی اس قدر چاہ  
 بل کماے مگر یہ ہاتھ رکھے  
 افتاد کی بات پڑ گئی آنکھ  
 بر چھی پڑی دلہہ وان ادا کی  
 وان شیشہ صبر گر کے ٹوٹا  
 بے دل اوسے کر کے اسنے لی راہ  
 کیا نخل ہوس نے پھل دیا حیف  
 کیوں وار کیا نطنبر کا خالی  
 کیوں میرے کرشمے نے نہ ٹوکا

کوچ افسے کیا برنگ شبنم  
 کوٹھے پہ کھڑی تھی اوسکی دختر  
 ابھرے ہوئے کال ہنک کے دن  
 پھیلے ہوئے تھی جال ظالم  
 کاکل تھی بڑھی ہوئی بلا سے  
 بالون سے بڑھین کہاں یہ ممکن  
 پھر نکلے نہ دل جو ان میں پڑ جائے  
 کلیان پا جائے کی کھلا دے  
 پتلی کو جلائے ہر اشارہ  
 تابین تلوار کی دکھائیں  
 یوسف کہیں میں گرونگا وانش  
 جو دیکھو جگر پہ ہاتھ رکھے  
 تقدیر کا لھیس لڑ گئی آنکھ  
 بجلی گرمی سر پہ یان بلا کی  
 یان دمن ہوش اوڑ کے چھوٹا  
 یون کہنے لگی وہ کھینچ کر  
 میں یون ہی رہی وہ چل دیا حیف  
 کاکل نے کمند کیوں نہ ڈالی  
 رستا غم نے کیوں نہ روکا

کیوں راہ نہ مانگ نے بتائی  
 کیا بیچ تھا جو رہے کنارے  
 پہونچی جو نہ پہونچی بس نہیں تھا  
 آچل تیری ہو انہ پہونچی  
 چالون کی ادائیں دلیں بھرکین  
 لے پر زردی لبون پہ نالے  
 تنہائی میں داغ لے کے بیٹھی  
 سمجھانے لکین خواہین او کو  
 لیل ہے یہ شاہ کے چمن کا  
 ایسی تو نہیں تھی باؤلی تو  
 یہ رنگ نہ کوئی رنگ لائے  
 روئے گی یہ چال اگر چلے گی  
 کیا عقل سی چیز تو نے کھوئی  
 جو چیز ہے دُور دسترس سے  
 اور پست ہے اور شجر ہے اونچا  
 کچھ مل نہیں ہو عشق کی لاگ  
 چار اپنے پرائے کیا کہیں گے  
 یہ آئے کیسی کیا سٹرن ہے  
 دین ساتھ نہ وقت بد پر اجاب

کیوں لفت بڑھ لے چھینج لائی  
 کیسوں بڑھے خدا سنوارے  
 مانا اسے دسترس نہیں تھا  
 چھا گل تیر جی سدا نہ پہونچی  
 یالون کی بلائیں اپنے سرکین  
 دیدے تھے کہ خون کرپا کے  
 گونے میں چراغ لے کے بیٹھی  
 برباد نہ اس ہوا میں تو ہو  
 جوڑا یہی گل ہے یا سمن کا  
 کیوں شرم کو دھوکے پی گئی تو  
 اس کھیل سے چوٹ تو نہ کھلے  
 بھی ہار کے ہاتھ تو ملے گی  
 کیا چاہ میں آبرو ڈیوئی  
 ہاتھ او پہ بڑھانے تو ہوس سے  
 ہاتھ آئے گا کیا شربے اونچا  
 پانی نہ سمجھ یہ آگ ہے آگ  
 تھو کہیں گے مڑا جلا کہیں گے  
 وہ جا کے کیسی بد چلن ہے  
 ورو آؤ میں ہو تو آئے کے عجیب

تو پھول نہ ہم کو پا کے ساقھی  
 اونکو پہلو بدلتے کیا دیر  
 سنتی بھی ہے یا نہیں دھردھ  
 رنگت میں ہر فرق رات دن کا  
 نیل اور یہ بدن کی زردی  
 ہر حسن کے دیں میں یہ معیوب  
 منہ تیرے یہ آرسی لگی ہے  
 اچھا سر درست اسی سے تو پوچھ  
 وہ حسن کا روپ اب نہیں ہو  
 بیماری چشم ہے بہانا  
 پھر کہہ تو رہ سخن نہیں ہے  
 اونکھنے نہیں پانی بار غم سے  
 منہ کھول نہ تنگ جی سے تو ہو  
 کام آئے نہ غم ہنر نہیں ہے  
 بولی وہ کہ بس بڑھو نہ دیکھو  
 جلتی ہو نہیں تو جلنے دو جاؤ  
 جی لے کہ یہ چاہ آبرو لے  
 آگے آنکھوں کے شامرت آئی  
 اب کیا کون دم زلف کیا ہو

تے ہیں فقط ہوا کے ساقھی  
 چل نکلی ہوا تو چلتے کیا دیر  
 اپنی صورت کو اک نظر دیکھ  
 قدیر سے ہو گیا ہے تنکا  
 سینا سونے پہ لاجوردی  
 پاپوش سے ہو جان میں خوب  
 سچ بولیکی صاف اسکا جی ہے  
 یہ کچھ نہیں اپنے جی سے تو پوچھ  
 کھول آنکھ کہ دھوپا بنیں ہو  
 منظور نہیں نظر اوٹھانا  
 پاں کھا تو قسم دہن نہیں ہے  
 یہ بے کمری کا عذر ہم سے  
 ہنس بول تو کیوں یہ گفتگو ہو  
 پھل دے نہ جنون شجر نہیں ہو  
 کیوں بکتی ہو سر چڑھو نہ دیکھو  
 ٹھنڈی رہو تم چلو ہوا کھاؤ  
 صحت کیا خواب ہے کہ بھولے  
 قد کے چلتے قیامت آئی  
 اس سر کی قسم بُری بلا ہے

بیدل مجھے جانو جاؤ جاؤ  
 رنج پھیر وں خیال سے یہ مشکل  
 تقدیر میں رنج جھیلنا ہے  
 پتائیں وہ دیکھ کر بُرا رنگ  
 سب اپنے بائیں کٹ کے بیٹھیں  
 چرچا گھر میں ہوا جو دن رات  
 سوچے کہ یہ بات پھیلے ہر سو  
 سمجھایا کہ کیا یہ کرتی ہے تو  
 کر چاہ نہ حوصلے سے بڑھکر  
 وہ دن تو نہ لاکھ شامت آجائے  
 لکھو لے رہے گوزبان دو دنوں  
 سوئیں گے نہ ایک دن کی مانی  
 بیٹھے بیٹھے اوٹھا کے خامہ  
 اے رہر دو برق خرمین ہوش  
 اے گردش چشم سے فنون ساز  
 کس منہ سے کہوں ضرورت اپنی  
 سنتی ہوں کہ دل بھینسائے ہو تم  
 ہمدرد ہو دردِ دمان لوگے  
 میں کیا کہوں سرگزشتِ غم کی

دل زلف سے مانگ لاؤ جاؤ  
 رنج ہوں کسی چال سے یہ مشکل  
 جو کھیل بداب ہے کھیلنا ہے  
 جنگیں غنچے سے ہو کے دلتنگ  
 سنگت چھوڑی سمٹ کے بیٹھیں  
 مان باپ کے کانوں میں پی بات  
 ہر عشق کا جوش مُشک کی پُٹ  
 جتنا ہے بُرا کہ مرتی سے تو  
 مفاس کا سراو رمان کو گہرا  
 سارے گھر پر قیامت آجائے  
 بہرے کیے اس نے کانِ دونوں  
 خود رائے تھی خود سری کی ٹھانی  
 کاغذ لے کر لکھا یہ نامہ  
 وے زلفِ سیہ سے دم بردوں  
 وے تیر نظر سے ناوک انداز  
 دیکھو تم آپ صورت اپنی  
 زلفوں کی کشش سے آئے ہو تم  
 ہے درد کہاں یہ جان لو گے  
 مہمان ہے جان ایک دم کی

چلنے نہیں پاتی ناتوان ہوں  
 چلتا ہے یہ خاک لائے تاب آج  
 رکھے کوئی جو آگ پر بال  
 دل یوں بے چین جیسے پارا  
 حالت نہیں کچھ مرے بدن میں  
 طعنوں کی زبائین چل رہی ہیں  
 پاس آئی جو کوئی بھولی چوکی  
 یہ قہر سے منہ کو کھولتی ہے  
 کیا وقت ہو کیا گھڑی ہو کیا دن  
 جب دیکھیں انکو ہین یہ پُرم  
 ہاتھوں کا جتون جائے کیونکر  
 دانت اور بھی کھائے ڈالتے ہیں  
 آرام ملے جو دل بلا جاؤ  
 لکھ پڑھ کے خواص سے کہا جا  
 وہ چلے ہوا کی طرح پوچھی  
 نامہ دیکر کسا وہ بیار  
 قربان گئی میں کتنے والی  
 نقطوں سے دکھا رہی ہوں ہیں یہ  
 نگت کہیں نام کو نہیں ہے

نبض بیمارِ مجب ان ہوں  
 دل سیخ نفس پہ ہے کباب آج  
 دیکھے مرے پیچ و تاب کا حال  
 دم یوں چلتا ہے جیسے آرا  
 دین ہوں کہ نہیں ہوں سپرین دین  
 یا مجھ پہ سنا دین چل رہی ہیں  
 شاکی ہوئی مجھ سے میری خوکی  
 وہ زہر کے بول بولتی ہے  
 دشمن بھی نہ دیکھے یہ بُرادن  
 آنکھوں سے ہوناک میں مراد  
 نازل ہے عذابِ ان سے سر  
 ہونٹھوں کو چبائے ڈالتے ہیں  
 آجائے شرار تم جو آجاؤ  
 خط دیکھے جواب لے کے آجا  
 فکرِ شر کی طرح پوچھی  
 ہے ریشہ خام سے سوا زار  
 تو کدے شکن شکستہ حالی  
 داغ اسکے دل و جگر کے ہیں یہ  
 سادہ کاغذ ہے یا جبین ہے



کھاتے کو کہیں تو منہ نہ کھولے  
 کوٹھے پہ کھڑی ہے تو کھڑی ہی  
 چوٹی جو گھلی کھلے بلا سے  
 تارے گن گن کے رات کاٹی  
 دل او سکا بھر آیا پڑھ کے نامہ  
 بولا وہ کہ چپ یہ کیا ستم ہے  
 جانے آنے سے جان مجبور  
 پہلو میں جگر کہ میں ہوں گھر میں  
 نکلوں کہیں یہ ہوس کہاں ہے  
 یہ ساز نہ لائے راگ کوئی  
 گل بھولے نیا تو بار ہو جاؤں  
 سب گرد ہو جتنی خاک چھانی  
 مایوس خواص واپس آئی  
 رورو کے کہا وہ حال سارا  
 سینے کو بدلتا داغ غم کا  
 ٹکڑے کیے گل سے پیرہن کے  
 بگڑی تو بہت سے ہٹ گیا جی  
 چھوڑی محرم کی پاسداری  
 پھینکا چٹکی کو گل کے اوسنے

ہم لاکھ بلین وہ چھ نہ بولے  
 کو نے میں پڑی ہے تو پڑی ہی  
 بال اڑتے ہیں تو اڑیں ہو اسے  
 کوئی بولا تو بات کاٹی  
 جاری ہوئے اشک مثل خامہ  
 کھل کر یوں سانس کب یہ دم ہے  
 میں آپ میں آؤں یہ بھی ہو دور  
 پتیلی میں نظر کہ میں ہوں گھر میں  
 پہونچوں یہ دسترس کہاں ہے  
 بھڑکائے نہ جل کے آگ کوئی  
 آنکھوں میں کھٹکے خار ہو جاؤں  
 مٹی میں ملے یہ جانفشانی  
 قسمت کا لکھا جواب لائی  
 بر چھی ماری کہ تیرا مارا  
 تارا بخت جنون کا چمکا  
 کانٹے ہوئے روئے بدن کے  
 چولی پھاڑی کہ پھٹ گیا جی  
 نوحی گرتی کی بیل ساری  
 بچکے کو جلا یا جل کے اوسنے

کاتنا ہو گو کھر و نطفہ میں  
 آئی جو بلائے شامِ فرقت  
 توڑی اوسنے چیا کی زنجیر  
 افسون آنکھوں کا دیکھنا ہے  
 کرتی تھی جو زور نا توانی  
 پہونچی اپنے حبیب کے پاس  
 سوکھے ہوئے ہونٹھم رنگِ رخِ زرد  
 ماتھا پکڑے تھی سر جھکائے  
 آفت اسکو عذاب اوسکو  
 پوچھا تجھے کون او بھار لایا  
 چونکی تو بدل گئی کہ چوکی  
 دل آپکے پاس مجھ سے کیا کام  
 بولا وہ کہ چھوڑ یہ بُری دھن  
 کیون تو دُورِ تنہ کرتی ہے باز  
 میں ساز کر و ن محال ہے یہ  
 ایسا ہی جو راگ لائے کی تو  
 اگر میں تری بندگی بجاؤں  
 جل کر بولی کہ اُف ری گرمی  
 یسا کھائی ہے یہ قسم کسی سے

چھٹکائے تارے سارے گھر میں  
 لائی شرب تیرہ رنگِ قسمت  
 سوچی کہ چلون میں تن بہ تقدیر  
 کاکل کو میں سُنتی ہوں رسات  
 آنسو سکھلاتے تھے روانی  
 بیمار گئی طیب کے پاس  
 بیٹھی سر فرزش صورتِ گرد  
 ڈر کے مارے نظر جھکائے  
 غیرت اسکو حجاب اوسکو  
 بولی دل اپنے تار لایا  
 تو بہ کیا نے گفت گو کی  
 بیدل کیا رکھے دل پہ الزام  
 ستم ہو نہ یہ چھپر چھاڑی سن  
 سن لے نہ صدا کوئی در انداز  
 جب تیرا خیال ہے یہ  
 یہ دیں اک دن چھوڑا کی تو  
 پئے گاتا پلٹ کے جاؤں  
 کاش اس دلِ سخت میں ہونرمی  
 جھوٹوں ملکین کے ہم کسی سے

وہ جلکے ملال دین تو کیا ہو  
 بان میں سمجھی بہت حسین ہیں  
 کیسی ہے خطا معاف رنگت  
 فل رخ پہ کہ قاب پر گس ہے  
 مان بان مری بات سنئے کیوں آپ  
 بولا وہ کہ بس سلام میرا  
 پانی کی جگہ سیراب پایا  
 ملتے پہ بھی مل سکی نہ محبوب  
 کچھ زلفت نے کی نہ سر پرستی  
 آنکھوں میں فسوں کا زور کم تھا  
 کچھ بس نہ چلا تو چپ ہوئے لب  
 سوچی وہ کہ ان تلون نہیں تیل  
 آئی اتنے میں اک زن پیر  
 آنے کو تو آئی دم کی صورت  
 گھنگھر کی صدا سنی جو چھین چھین  
 صورت دیکھی تو بیٹ گیا دل  
 بولی وہ کہ لائے یہ تیار اک  
 آتی ہی پھر نفی نفس بٹھی گویا  
 خوب اک لگائی حل کے اوسنے

اس سے جو نکال دین تو کیا ہو  
 دلی نہیں کیے نازنین ہیں  
 دھویا کپڑا کہ صاف رنگت  
 اس سے یہ کھلا کہ انہیں رس ہے  
 گل جھوڑ کے خار چنئے کیوں آپ  
 چنئے کپڑا کے نام میرا  
 سوکھا سا کھسا جواب پایا  
 نزدیک پہونچ کے رکھی دُور  
 قد کی نہ چلی دراز دستی  
 بس نام کو پتلون میں دم تھا  
 مٹھنے کہا بات کھوئے کون اب  
 سمجھی کہ منڈھے چڑھے نہ یہ بل  
 لائی تھی وہ یاسمن کی تھرتیر  
 کھٹکے سے رُکی قدم کی صورت  
 بدظن ہو کر بڑھی وہ چپ سُن  
 آنکھیں ملتے ہی بھٹ گیا دل  
 کپڑے کے آپ تھیلے پھاٹک  
 چلاتی گئی جس میں گویا  
 بس بودیا زہرا دل کے اوسنے

بولی کہ وہاں ہے مجہدین اور  
 لکھن میں ہم اور جدا تھے اس طرح  
 ہوش اڑ گئے یا سن کے سن سے  
 ہونٹھ ایسے چبائے اوستہ سیم  
 رنگت ہوئی ناؤ کھلے کالی  
 بیچین ہوئی جو چوٹ کھا کر  
 زلفون سے ہوا جنون اوسکو  
 دیتا تھا جو داغ چاند تارا  
 چھاتی پہ جو شب کی تھی تختی  
 موتی جو تھے زلف مشکسین  
 جگنی چکی تو جہل ٹھباجی  
 میں کسکو دکھاؤں گی سنگار اب  
 اک بوجھ ہے یہ بلاق کیا ہے  
 گردن مری چھوڑ چپ اپری تو  
 شہمہ اسکا نہ دیکھوں چاہی جا  
 ہاتھوں کو ہین چوہو دتیاں خار  
 اکدے کوئی شہمہ کڑے نہ کھوین  
 ازخیر ہے سلسلہ جنون کا  
 کیون ہے مرے ساتھ او علی بند

خاتم ہے وہی مگر نگین او  
 سینے میں دل و جگر ہین جس طرح  
 جس طرح ہوا ہو کوچین سے  
 یا قوت سے نکلے وہ سیلم  
 ظلمت سے گئی شفق کی لالی  
 بجلی سی گری وہ تیلدا کر  
 منھدی نے رولا یا خون اوسکو  
 سر کا تی تھی تا کرے کنارا  
 پھر سے گراں تھی اوسکی سختی  
 بیچارے یتیم تھے بلا میں  
 بولی کہ جلانہ بس مرا جی  
 جھو مر نہ ہو میرے سر کا بار اب  
 دم ناک میں اس سے آگیا ہے  
 کیون ہو کے بلا گلے پڑی تو  
 میرے ٹھنکے میں آ رہی جا  
 تپے کا لون کو ہو گئے بار  
 بس چپ رہیں اب چھڑے نہ بولیں  
 بجلی نے بدن تمام چھو  
 ہٹ چھوڑ دے ہاتھ او علی بند

یہ بالیان جا کے اپنا جی کھائیں  
 ہاتھ آج جو کنگنوں سے چھوئیں  
 اکون کو لگاؤن آگ جلیا میں  
 صدے کروں پکڑی کو کھا جاؤں  
 باکین کیا ہوں کٹاریاں ہوں  
 میں پیچ میں اسکے اب ہوں کیوں  
 پڑتی ہے جگر پہ چوٹ اسے  
 آخر ماتھے سے میرے چھوٹا  
 اس نے مرا جی جلایا ہے آج  
 پازیب کی زیب کچھ نہ جانوں  
 یہ پھول بدن کو ہو گئے خار  
 جھالوں سے دل آج بھر گیا ہی  
 سر اب گر گیا نظر سے  
 ایسی وحشت سے خاک وڈائی  
 کاکل کہتی تھی کیا بلا ہے  
 اوجھن جو ہوئی برنگ سنبل  
 جی رشک کی آگ سے جلائے  
 تہلی بے چین ادھر ادھر وہ  
 شہزادہ جو بے حواس آیا

کس کام کے تھے بھائی جہاں  
 پھر میں پہنوں تو ہاتھ تو میں  
 گھنگھر و سب آبلوں سے پھل جائیں  
 دانے دانے کو میں چبا جاؤں  
 بندے کے ٹیک تھے اب گراں ہوں  
 اکڑیاں زنجیر کی سہوں کیوں  
 کس کر تھپہ ہوں لعل میرے  
 ٹیکے کا نصیب اب تو چھوٹا  
 بجلی پہ آگے گر پڑے گلج  
 اب پاؤں پرے تو میں مانوں  
 جیتی ہوں تو پھر نہ پہنوں گی ہار  
 لشکر جی سے اتر گیا ہے  
 بھاگوں دیکھوں جو میل بھرے  
 نیچے کی زمین اوپر آئی  
 منہ تکتی تھی آرسی کہ کیا ہے  
 گھبرا کے گئی چمن کو وہ گل  
 مانند چراغ کو لگاے  
 کچھ دیر پھر ہی شکل سڑ  
 آئینہ سامنے کے پاس آیا

آگے کو بڑھا تو ہرٹ گئی وہ  
 دھمکانے لگی کہ اٹھ نہ پھر  
 ابرے جو زبان ابھی نکالوں  
 لکھو گھٹ نہ ہٹے جیبا خبردار  
 امیرے حجاب دے مرا ساتھ  
 اونچا ہو جو سر ٹپکے پھوڑوں  
 یہ شکل نہ بن پڑے تو کیا ہو  
 طاقت تو جی سنبھالے رہنا  
 لب شہد کے بدلے ہوں ہم اسوقت  
 خواہنے بگر کے پھر نہ بننا  
 بولا وہ کہ تم تو ہونہن ساسی  
 چپ سن بھی ہو منہ بنا بے بھی ہو  
 پھولوں کو نہ دیکھنا کبھی تم  
 چڑیاں چہکا کرین تمھیں کیا  
 مشوقوں کے ناز اور وہ سبج  
 آنچل ہاں یوں ہی ڈالتے ہیں  
 ہاں سچیتے ہیں ہرٹ کے یوں ہی  
 ہاں رکھتے ہیں ایک دل وہ بدل  
 ہاں ہوتے ہیں انکی خوین جو رنگ

رستے پہ نہ آئی کٹ گئی وہ  
 ہاں ہاں پتلی نہ دیکھ اودھر پھر  
 کاکل جو بڑے سے تو مار ڈالوں  
 آنچل نہ اوڑے ہوا خبردار  
 چہرے سے نہ ہٹنے پائیں یہ ہاتھ  
 نیچا اسکو دکھائے کے چھوڑوں  
 اسوقت کا رنگ دوسرا ہو  
 چتون بر چھی سنبھالے رہنا  
 تلوار کا دم بنے دم اسوقت  
 وہ لاکھ منائیں تو نہ مننا  
 کچھ کہتی ہے چہرے کی اودھی  
 تھامے بھی ہو سر جھکائے بھی ہو  
 ایسا نہ ہو سیکھ لو ہنسی تم  
 تم قصد نہ بولنے کا کرنا  
 شاید ہوں وہ تمھارے ہی طور  
 لکھو گھٹ یوں ہی نکالتے ہیں  
 غمزدے کرتے ہیں ہرٹ یوں ہی  
 اچھے تو سمجھتے ہیں ہر شکل  
 دل میں ترس اور زبان پر جنگ

جی جل گیا اس جلی کٹی پر  
 بولی تمہیں کیا غرض ہماری  
 ترچھی سی نظر ملی کہو ہاں  
 پھولے پھولے ہیں گال کیوں جی  
 اونچے قد کی ہیں یا ہیں چھوٹی  
 جہرہ کسا ہے آفتابی  
 بنتی ہونگی سنو رتی ہونگی  
 یہ سچ ہے کہ جھوٹہ سچ بتانا  
 دل لائے تھے کیوں انھیں کو دینے  
 پھمپا چھوڑو کہیں ٹلو جاؤ  
 جلنے لگے مجھ سے آکے گھاتین  
 اونکے سے ہنر کہیں ہیں مجھ میں  
 تم ہو دور رخے سمجھ گئی میں  
 میں بھنس چکی اب چلو نہ یہ چال  
 الفت کی ہوا پلٹ گئی جلد  
 دیکھو تو بدل گئیں وہ آنکھیں  
 میں دیکھتی ہوں نظر او دھر ہے  
 بولا سب جھوٹہ بولی سب جھوٹہ  
 اس جھوٹہ کا ہے کہیں ٹھکانا

کان اوس کے کھڑی ہو دیہ سنکر  
 چھوڑ آئے کہاں تم اپنی پیاری  
 پستلی سی کمر ملی کہو ہاں  
 لمبے لمبے ہیں بال کیوں جی  
 دبلی پستلی ہیں یا ہیں موٹی  
 رنگت ہو سفید یا گلابی  
 باتیں ہنس ہنس کے کرتی ہونگی  
 طنزالم جھوٹی قسم نہ کھانا  
 تم آئے تھے کیوں انھیں کو لینے  
 سستی چھوٹی میں اب چلو جاؤ  
 اون سے چکناؤ جا کے باتیں  
 کچھ لال لگے نہیں ہیں مجھ میں  
 پہلو میں دل ایک ہو کہ دہن  
 تہ کر رکھو یہ جس کا جال  
 گرمی کی تھی رات کٹ گئی جلد  
 آنکھوں کی قسم نہیں وہ آنکھیں  
 سمجھی بان اونکا گھر ادھر ہے  
 ہم تم کیسے ہیں دونوں اب جھوٹہ  
 اتنے کہا اور مینے مانا

ہے یہ تو وہی مثل مری جان  
 پا پوش سے پاؤں پر چوہا ہے  
 پلٹنے سے زبان بس رگے اب  
 تقدیر جان لڑی وہیں جاؤ  
 منہ دیکھے کی چاہ میں نہ مانوں  
 منہدی سے تمہارے ملتے ہیں طو  
 چل ددنگی نہیں تو ہٹ کے بھجیو  
 اب دست درازیاں یہ چھوین  
 آنسو آنکھوں میں کیوں بھرے ہیں  
 مینے دنیا میں کیا نہ دیکھا  
 لکڑا جو چلن بست اوکتک  
 دل خاک ملا تھا دل لگی تھی  
 جاتا رہا داغ عشق کا جلد  
 تم آئے کہ دن پھرے ہیں میرے  
 سمجھا کہ بدل گئی وہ صورت  
 بننے کا کوئی بہانہ ڈھونڈو  
 ہو صاف جو اس کے دل سے شک ہے  
 اصرار زیادہ کیجئے کیون  
 لکجائی کا وقت دم کی دم تھا

تو مان نہ مان میں ہوں مہمان  
 دل کو تو ٹٹو لو وہ کدھر ہے  
 چھل مجھ سے تمہارے جل چکے اب  
 چوہا چاؤ وہی جبین جاؤ  
 واشر باشر میں نہ مانوں  
 منہ پر کچھ اور دل میں کچھ اور  
 جاؤ اور سے لپٹ کے بھجیو  
 پہونچا لپٹ کے تو ماتھ ٹوٹیں  
 گر داؤڑ کے پڑی سمجھ گئی ہیں  
 تمسا کوئی چالیسا نہ دیکھا  
 چلتی کاغذ کی زانوکتک  
 بس چار گھڑی کی چاندنی تھی  
 مفلس کا چراغ تھا بجھا جلد  
 کسکا دیکھا تھا منہ سویرے  
 چھینٹوں سے نہ جائے یہ کدورت  
 لکڑی کا کل تو شانہ ڈھونڈو  
 کاشانکے تو یہ کھٹک جالے  
 بارود کو آگ دیکھئے کیون  
 وقفہ مثل شباب گرم تھا



گلشن سے روان ہوے وہ طرح چشم عاشق سے اشک جطر

ماہِ عالم کا بچپن ہوتا اختر سے ماجر اکنا خط لکھ کر  
یا سمن کو سمجھانا آخر باغ میں ملکر صاف ہو جانا

ساقی شہ آج دے دے

روغن جو نہیں چراغ ہو خشک

وہ شب دشمن کا بخت بد بختی

مانند چراغ جلتے گزری

کروٹ پہ بدل رہا تھا کروٹ

جطر ورق اوڑھیں ہوا سے

راز او سنے چھپا یا صورت گنج

یا آتش سنگ تھا غم دل

ہوتا تھا دھوین کی طرح بچپن

بھاری اسپر یہ رات ہے بچہ

شب کتنی ہو روتے دل ہو کیوں

کیا باغ سے کھا کے آئے جھٹکا

القصہ سنائی سب کہانی

زج ہو کے نہ رنج کو بڑھاؤ

گندلا پانی پھر آئے آخر

بے لطف یہ زندگی ہوئے

بے نشہ دماغ ہے خشک

وہ شب شب اول کس بختی

شہزادے کو ہاتھ ملتے گزری

تھا بچ میں جیسے زلف کی لٹ

یون ہوش اوئے تھے اس بلا سے

خاموش رہا اوٹھائے گورنج

منہدی کا رنگ تھا غم دل

ملتا نہ تھا دلی آگ سے بچپن

اختر سمجھا کہ بات ہے کچھ

پوچھا نہیں سوتے ہو کہاں درد

ہے کسی غاش کا جی میں کھٹکا

ظاہر کیا حال بد سانی

بولا وہ کہ جی نہ ہا حباؤ

سب کا غبار جائے آخر

ایک نخل خندان ہر انہو پھر ایک ک بھڑک کے پھر نہو سرد اتنا دم لو کہ رات کٹ جائے اور جائے خبر تو زک ہو ٹکو کتے سنتے جو شور ہو جائے جی میں جی کی رہے تو بہتر سر تیغ سے منہ سے بات کٹے جب جوش جنون بہت ستا تا	ایک ر کو یک شفا نہو پھر ایک اور کے نہ بیٹھے پھر کبھی گرد پوستے پہلے جگر نہ پھٹ جائے دیوار کے کان ہین یہ سن لو اندھیر وہ ہو کہ پھور ہو جائے یہ آگ دینی رہے تو بہتر کیونکر کوئی غم کی رات کٹے اپنی دھن میں غزل یہ گاتا
---	---

### غزل

آئے تیرے منانے والے کیا جانیں اونھیں پڑھائیں کیا کیا جھگڑے کو بڑھانے مثل کیسو یہ جان سے مارنے ہن بے موت اندھری داغ سرگی سویش جلنے ہی کے واسطے ہن دلسوز	دیکھ او آنکھیں دکھانے والے او لٹی پیٹی پڑھانے والے او کیسوں کے بڑھانے والے جلا دہن اس زمانے والے بیٹھے ہنکر سر جانے والے ٹھنڈے رہن جی جلائے والے
---	---

غم چاک جاتا جہم سے لے شوق

ہوئے دو چار کھانے والے

جب چاک کیا سحر سے دہن صدرے کی طرح اوٹھکے خام	سورج ہوا مثل داغ روشن رور کے قہر سے کیا یہ نامہ
---	--

اے مردم دیدہ ضرورت  
 اے نشہ کبر سن سے مست  
 آئینہ ہے میری پہچانی  
 شب گزری لہو کے گھوٹ پیتے  
 قسمت میں تھا کھیل کا بکڑنا  
 یہ ساتھ مگر کبھی نہ چھوئے  
 دل صرکا ہر طرح ہے جو  
 آئینے پر آئے گر کدورت  
 لٹکے جو گرد تو کھول ڈالین  
 مشکل ہے علاج بد گمانی  
 آنے کو جو کوئی آئے ڈر کیا  
 آنکھوں میں خیال آہی جلے  
 جانا آنے کی ضد سے جانی  
 آئی تو بیان سے روکے بھاگی  
 وہ کیا اور اداس کی آرزو کیا  
 بیتل کبھی سے نہ زر کا طالب  
 کس نے اسے چاہ کر کے لیا  
 چہرے پر ورم تھا گال کیا تھے  
 پیشی کو کے سبب والا

اے مصقل خیشہ کدورت  
 اے چین چین سے نیچ در دست  
 پتھر کا ہوں جو ادھائی سختی  
 آخر ہونی بھور مرتے جیتے  
 نردون کی طرح بد اٹھا لڑنا  
 ایسا جگ جیتے جی نہ پھوئے  
 یہ ہے گل آفتاب گویا  
 پیش آئے صفائی کی ضرورت  
 گھٹکے کہیں پھانس تو نکالیں  
 ہوتا نہیں صاف بند پانی  
 جس گھر میں ہوا نہ آئے گھر کیا  
 دل ہو تو ملال آہی جلے  
 آئی ہے تو جائے گی جوانی  
 خفت زدہ بات کھو کے بھائی  
 جھوٹے موتی کی آبرو کیا  
 پتھر نہ چنے مڑ کا طالب  
 دیکھا تو بلا سے ڈر کے دیکھا  
 کالے دانے تھے خال کیا تھے  
 ہے جمع یہ خون مردہ کالا

کیا حلقہ زلف میں مین گھر کے  
 ڈالی ہو نگاہ بد جو رخ پر  
 چھوڑو گی نہ اب بھی بد ظنی تم  
 دل ہے کعبہ اسے نہ دھاؤ  
 بسنا چھوٹا تو کیا ملے گا  
 جو حق نہ کے خدا سے بھر پائے  
 مٹ جاؤں جو نام ہو تمھارا  
 دل او سکودون تو جان لے لو  
 زن ایک کہ عقل سے رسا تھی  
 خط او سکودیا کہ لے کے جاتو  
 بولا کہ جواب جلد لانا  
 یوں اوڑھ لی یا سمن کی جو یا  
 سانسد بہار آ کے پہونچی  
 خط کھلنے میں تھا جو خوفِ غماز  
 خلوت میں جب آئی شمع محفل  
 لائی تو یہ اسٹنار میں تھا  
 کھولا تو کھلا کہ غم گئے گا  
 سختی کے عوض جو پائی نرمی  
 بہ نچا نہ شیر جب لب بام

روتا اندھے کنوین میں گر کے  
 ہوشِ آتش پرست ہو کر  
 تو دیکھو گی میری جان کنی تم  
 آشد کا گھر ہے ہاتھ اوٹھاؤ  
 رشتہ ٹوٹا تو کیا ملے گا  
 جو دم تھیں دے وہ جانے جائے  
 کام آؤں جو کام ہو تمھارا  
 اس بات کی ہاں زبان لے لو  
 اندیشے سے تیز و سوا تھی  
 دیوانوں کا سلسلہ ملا تو  
 پہلے میری اجل سے آنا  
 پیراؤں کے لئے ہوئے تھے گویا  
 غنچے میں ہوا بچا کے پہونچی  
 پوشیدہ کیے تھی صورتِ راز  
 خط دیکے کیا جواب حاصل  
 مے کا پیا سا خمار میں تھا  
 دریا جو بڑھا ہے پھر گھٹے گا  
 بدلی ٹھنڈک دل کی گرمی  
 مٹھ پر چھپکائے کا کل شام

<p>دو نون بچپن تھے گھروں میں          آپہونچے وہ اپنے اپنے گھر سے          دیدوں سے طلسم شوق کھولا          گھمراوہ خیال نقشِ کبریا          نقشِ کہ پہلے دل نشین تھا          اکھٹا نہ رہا جو حسا نہ نکلا          کلفت ہوئی سب تنہی سے زائل</p>	<p>کاشن کی ہوا بھری سڑن          جیسے طائر ادھر ادھر سے          خوبانِ یون میں عشق تو لا          رنجش ہوئی پچھلی رات کا خواب          جز حرف غلط وہ کچھ نہیں تھا          دل صاف ہوئے غبار نکلا          غلٹ ہوئی چاندنی سے زائل</p>
---	--

## شادی کا حال - عاشق و معشوق کا وصال

<p>شیشے کی پری کو سا قیال          آئے پیمانہ آئے میٹا          کچھ دن جو بسر ہوئے ہی طو          ایوانوں میں شاد مردوزن تھے          پھولے نہ سمانے تھے گل باغ          کلیان مے رنگ سے بھری تھین          یوں تھی ہر شلخ سر جھکائے          غنچوں کا وہ چپکے مسکرا نا          عشاق کے آگے گل جو پھولیں          سنبھل کھولے بلا کا وہ جال</p>	<p>بھربادہ عیش سے پیال          ناپے پیمانہ گائے میٹا          جام مے عیش کا ہوا دور          میخانوں میں جام خندہ زن          تھی مست ترانہ بلبیل باغ          یا عطر کی شیشیاں بھری تھیں          ہو جیسے دُھن نظر جھکائے          پتوں کا وہ تالیان بجانا          مسکی ہوئی چولیاں مہ بھولیں          لیلیٰ کہے اب ویال ہن بال</p>
--	--

نرس کی بہار چشم بدو  
 برگ گل تر پہنم اس طرح  
 بیلون میں ہزاروں بیج و خم تھے  
 پھیلا ہوا تھا نبفشہ کا حال  
 سب مہین آئین یا سمن کی  
 کم سن مہاک شوخ خوشخو  
 اگال اونے کھلین تو پھول بتائیں  
 آنکھیں بھونرون کی طرح کالی  
 اگلزار میں لب جو گنگا نشان ہوں  
 گوشے میں بیٹا یا سمن کو  
 اتنے میں برات کا دن آیا  
 خلوت میں وہاں خیال ہمہ  
 اگھنم وہاں شور کر رہے تھے  
 اکیس وہاں ابیر گوہر افشان  
 کانون میں جڑاؤ ان کرن پھول  
 اکاجل آنکھوں میں وان بلا کا  
 چوٹی کے بناؤ را وہاں ڈھنگ  
 زخار و نہ بھینوں کی وان ضو  
 وان نگ مناسے دست و پالال

اوترے نظرون سے دیدہ حور  
 معشوق کے لب پہ دانج طرح  
 اگھونگر باون میں ونسے کم تھے  
 گویا حبش نے کھولے تھے بال  
 کلیان تھیں حسن کے چمن کی  
 بانگی تر چھی حسین گلرد  
 بال اُنکے اورین تو سانپ لہرائیں  
 قد لوح سے نارون کی ڈالی  
 پھولوں سے نہال باغبان ہوں  
 پہنان کیا شمع آب سمن کو  
 خوب اسکو سجا ڈھن بنایا  
 یان ہالہ بزم و ماہ عالم  
 یان ولولے زور کر رہے تھے  
 دمن یہاں مہرسان زرا نشان  
 باتوں میں یہاں چمن چمن پھول  
 یان شوق نظارہ انشاکا  
 سیلی کی بہار کا یہاں رنگ  
 شمع عارض کی دل کو یان لو  
 چہرہ یہاں پھول سے سولال

روان چرخ پہ چاند سر پہ چھوڑ  
 روان خسلوہ فردوز چاند تارا  
 روان نور تنون میں نور خیم  
 روان دانت مسی سے اختر شب  
 روان پردے میں چھیرا کی اسکی  
 روان تھر جلا سے غیرت طوط  
 روان حسن شباب عسمرہ و ناز  
 دن بھن کے براتی اور نوشاہ  
 ہر سائڈی آب سے روان تھی  
 آنے جو نظر قدم کی رفتار  
 یا تھی جو دکھائیں اپنی مستی  
 مے شرم سے آباب ہو جا  
 گھوڑے جو چلین ہوا نہ پہونچے  
 تلوار سے دم بڑھا ہوا تھا  
 نوشہ جو چلا سوار ہو کر  
 خورشید بھی ساتھ جلوہ گر تھا  
 مین تو یہ وہ عزیز اغیار  
 دنگا زوبت نشان سب ساتھ  
 دن گشت میں گزر اور آسانی

یان غیرت برق طرہ سر  
 یان ہالہ ماہ گو شوارا  
 سر بیچ سے یان ظہور انجم  
 یان جوش کہ لبے اب بلین لب  
 یان ولین ہوس لبونہ سسکی  
 یان فرش ضیا سے مطلع نور  
 یان جام و شراب و نعمہ و سنا  
 سیارے چلے قمر کے ہمراہ  
 تیزی میں مزاج نوجوان تھی  
 کاتب بھولے قلم کی رفتار  
 چھوڑن مینوش مے پرستی  
 مستی آنکھوں کی خواب ہو جا  
 ابلق ایام کا نہ پہونچے  
 آندھی سے قدم بڑھا ہوا تھا  
 گردون نے پھرایا چتر سر پر  
 پنجے میں شعا عون کا چتر تھا  
 گھوڑے ہاتھی ففس ہوا دار  
 ار کے بوڑھے جوان سب ساتھ  
 چلتی پھرتی رات آئی

کچھ اشنا ہجوم پیش در تھا  
 رستا نہ ملے جدھر نظر جاے  
 ہتھبازی وہ رنگ لائی  
 دیتے تھے انار پھول اس طرح  
 گولے کی صد سے ٹوپ حیران  
 بات ایک نہ بن پڑی تھی سے  
 چرخ لیلی کی چشم میابک  
 قلعے پہ گمان بے ستون تھا  
 ہتھ پھول سے پھول باغ کے گرد  
 اونچے گئے اس قدر غبار سے  
 رقصان ہوئیں رنڈیاں وہ اگر  
 زہرہ کو یہ چوٹ یہ جلن ہو  
 بیل گلے ہزار جی سے  
 گل سے رنگین قر سے پروں  
 سننے ہی وہ ٹھٹھک رہاں کی بھنم  
 تھا شادی وصل کا محل یہ

پلکوں کا گان آنکھ پر تھا  
 تھا لی پھینکو تو سر ہی سر جاے  
 چھوٹی مٹاب پر ہوائی  
 کرتے ہیں حسین باتیں جس طرح  
 بہرے ہوں نین جو رعد کے کان  
 تھپے معشوق پھلجھڑی سے  
 چکر یا بخت قیس عنناک  
 شیریں کا دہن تھا ہر بتا سا  
 گرو یوں کے گال رشکے زرد  
 کچھ بڑھ گئے آسمان کے تارے  
 یہ بچن کو پچائیں گت بنا کر  
 پتے گانی پھر سے سرن ہو  
 منہ بند کریں وہ لٹکری سے  
 خوش سے نازک خبر سے مشہور  
 ہوئے بخت خفتہ بیدار  
 گانے میں ناچ کر غزل یہ

غزل

یہ گھر بھی ہے آب کا وہ گھر بھی  
 دیکھو تو ہے شام بھی سحر بھی

رہنے کو بے دل بھی اور بے گھر بھی  
 آنکھوں کی سیاہی اور پسیدی



کچھ تاکتی ہے تری نظر بھی  
او گیسو دن ولے آدھر بھی  
لنگر سے بچتی ہے کمر بھی  
چکرین ہے شمس بھی قمر بھی

باہن ہی فقط نہیں ہیں دیو  
گو گھر بالوں کے ہم بھی بھین  
سری نہیں کا کلون سے پر ہم  
چمکے کچھ ایسے گال تیرے

درپردہ ہوتا کجھانک و شوق  
گو گھٹ کی ہر کچھ شخصیں خبر بھی

چولی دامن کا ہو گیا ساتھ  
دو موتیوں کی ملائی جوڑی  
ہاتھ پائی ہوئی سر دست  
صحبت ہوئی کاہ و کمریا کی  
علیٰ کو بنایا اوسنے مولا  
انگاروں سے دود کر دیے گال  
گنگھر و ہوئے کچھ سمجھ کے خاموش  
کی شمع نے بسند چشم بنیا  
شمشیر و سپر کا سامنا تھا  
ذیر و ذیر بیاض بستر  
کی ہر الف نے پیشہ سستی  
سکلی سے نیم بوستان گرد  
وان تھے در بے بہا صدف میں

ایجاب سے تھا قبول کا ساتھ  
شب کٹے بہت سی جوتھوڑی  
دونوں نے شوق سے تھے نرس  
طالب میں کشش تھی انتہا کی  
نیلا ہوا ہونٹھ ایسا چوسا  
بوسوں سے کہو کر دیے گال  
ٹھلکے جو ہوئے وہ گل ہم آغوش  
دیکھا جو حجاب کا فستریا  
شوار دون کا تھا منا تھا  
شر پہ تھے دونوں ماہ پیکر  
دونوں میں تھی بحث علم سستی  
بجلی سے تھی ماہی تپان سرد  
نہر نہ تھا گت نہ

تھے شرط وفا میں و نون پکے	جنگ ملکہ اولکے پنجے چھکے
مے پی کے خمار تھا ضروری	کی نشے نے میکشون دوری
پھیل جاسوقت صبح کا نور	پروانہ ہوا چراغ سے دور

یاسمن کو لیکر ماہ عالم کا وطن کی جانب سفر کرنا  
رستے میں طوفان کے گھاٹ اترنا

یہ لی گلزار کی ہو اچھر	میرے ساتی شراب لا پھر
جاتی ہے بہار جام چل جائے	ایسا نہو یہ ہوا بدل جائے
وہ نخل مراد کے چمن کا	گلچین وہ بہار یاسمن کا
چندے رہا آشنائے فردوس	اب خار ہوئی ہوئے فردوس
پر دیں میں بو وطن کی آئی	طائر کو ہوا چسمن کی آئی
بیمینی سے دل قرار بھولا	پہلو میں جھولتا تھا جھولا
روشن کیا یاسمن پر یہ داغ	ہو لا مجھے اب ہے خار یہ باغ
ہر لطف حیات اپنے گھر تک	شادابی بیک ہے شمع تک
انسان جو ہو بے وطن تو کیا ہے	دندان جو ہو بے دہن تو کیا ہے
گرداورد کے گزرتی پھر زمین پر	پھر گر کے اور مٹی شبنم تر
پتلی کو نظر کبھی نہ بھولے	دم سینے کو جلتے جی نہ بھولے
ان باپ پر کھولتا تھا مطلب	کہنے کو حل وہ صورت لب
دن آنی ملال جیسے آئے	نقش کا خیال جیسے آئے

آنکھیں پیچی اوڑا ہوا رنگ  
پوچھا تو کہا وہ قصہ درد  
بولے وہ کہ پھر یہ بولی بس کیا  
بادل جواوٹھا تو کون رو کے  
سمجھے کہ بیمار جانے پر ہے  
دن رات بنا نظر نظر میں  
وہ خسرو ملک محبت رازی  
صدمہ یہ اوٹھاؤں کس جگر سے  
شاداب تھا باغ زندگانی  
کیا دل ہے مگر کہ توڑتے ہو  
تم جان ہو جان جب جدا ہو  
جانو جانو نہ جانو تو خیر  
یاں آبا نکھون میں ان حسین ہیں  
منہ دیکھ کے رہ گیا شہنشاہ  
کیا زور سفر پہ ہے اگر میل  
جو کچھ کرنا تھا ساتھ سامان  
خالی کیا روشنی سے گھر کو  
روتے تھے ادھر بھی لوگ ادھر بھی  
چلن سنا نے نین پڑی تھی

دل بڑھ کے دہان تنگ سے تنگ  
بولی کہ دل اس ہوا سے ہے سزا  
منہ کے رو کے ڈ کے نفس کیا  
چل کھلی ہوا تو کون رو کے  
گلشن میں خزان بٹانے پر ہے  
کاشا کشکا جگر بگر میں  
ہونا داماد سے یہ زاری  
ہو نور نظر نہان نظر سے  
کیون پھیر رہے ہو اس پہ پانی  
کیا عیب ہوں میں چھوڑے ہو  
جسم مُردہ کی فت ز کیا ہو  
مانو مانو نہ مانو تو خیر  
یاں منہ پہ نگاہ وان زمین پر  
سمجھا کہ رُکے نہ ابر کی راہ  
کاشٹون میں نہ اس کے دامن سل  
رب کر دیا ہاتھوں ہاتھ سامان  
رخصت کیا جان کو جب گرو  
تھامے تھے مگر بھی اور سر بھی  
حیرت زدہ اوٹ چپ کھڑی تھی

ترپے آئیے اس ستم سے  
 چھانی تھی اودا سی صحن بھر پر  
 ہاتھی پہ وہ شاہزادے کی دھج  
 ساتھی اتنے کہ اللہ اندر  
 ابوہ کے بیچ میں ممانہ  
 ابولا وہ کہ بونون منہ جو پاؤں  
 بولی وہ کیا کہا کہ افسوس  
 بولی کہ ہے کون ایسا بیدل  
 بولی میں پاگئی اشعارا  
 آنکھیں جو چوراؤں کیا کیگی  
 در تھا کہ نہ ہو تھیں تامل  
 جو وقت ملے نظر نظر سے  
 اس چوٹ سے دم مرا نہ رک جائے  
 بولی کرو جو خوشی بھاری  
 ابل ہو برے خیال سے صاف  
 خوش ہو کے چلا وہ مثل صرصر  
 پر وہ در تدا کا کھولا  
 یا ہم جو ہوں دو شجر تو کیا عیب  
 دو آنکھوں سے منہ کی آبرو پر

چھاتی بیٹی گھڑی نے غم سے  
 بھار دسی پھری تمام گھر پر  
 چوٹی پہ پہاڑ کی تھا سورج  
 پائے نہ ہو اسکنے کی راہ  
 آمو کے شکم میں جیسے ناف  
 یو جھو تو پہیلی اک بجھاؤں  
 بولی یہ کیوں کہا کہ مایوس  
 ابولا وہ کہ جو کسی کو دے دل  
 بولا تم کو جو ہو گوارا  
 معشوق ہوں بے وفا کیگی  
 کھٹکا تھا کہ خار ہو نہ وہ گل  
 نیزے نہ چلین دھرا دھرتے  
 ٹھوکر سے قدم مرا نہ رک جائے  
 میری پیاری تمھاری پائی  
 شیشہ میرا ہوا بال سے صاف  
 جا کر دخت امیر کے گھر  
 نزدیک او سکوتا کے بولا  
 تو ام جو ہوں دو شجر تو کیا عیب  
 دو ہو ٹھون میں کون کھٹو ہے

بولی وہ کہ سمجھی میں کسائی  
 بولی وہ کہ کیا سفر ابھی ہے  
 چل نکلی وہ دس کے ہاتھ میں تھک  
 رشتہ آفت کا سب سے تورا  
 لے کر تے ہوئے منازل اور  
 تھی حالت غیظ بسکہ طاری  
 لہر اور بھنور دکھا رہا تھا  
 آواز ادا سکی سننے تو ڈر جائے  
 الٹی تپاسی ایک تھی ناؤ  
 وہ یا سمن اور وہ ماہ سپر  
 قسم سے چلی ہوا مخالف  
 دھڑکان تھی ہوا تو گیند شستی  
 آخر چل کر ہوا کی صورت  
 دو لھا تھا کہیں دھن کہیں دھن  
 ساحل پہ وہ بقیہ راہ تھی  
 کچھ سم سے بھنور نہ بولے چالے  
 سوتے بھی نہ چونکا دھمکے خایا  
 ہو جون کو نہ آئی چاہ کی لہر  
 کی نہ جناب نے بھلائی

بولا یہ کہ دیر کیا ہے جانی  
 بولا بس دیر تیری ہی ہے  
 سائے کی مثال ہو گئی ساتھ  
 اعضا کو ہر شکل روح چھوڑا  
 ہر بحر پہ لوگ پیونے ناگاہ  
 دریل کے لبوں سے گفت تھا جاری  
 شمشیر و سپر دکھا رہا تھا  
 پانی دریا کا رعد بھر جائے  
 جھولا جھولا جو او سپر چڑھاؤ  
 ناچار ہوئے سوار او سپر  
 کیا زور کہ بخت تھا مخالف  
 تھی گاہ ادھر اور گاہ ادھر تھی  
 ٹوٹی دل نا خدا کی صورت  
 جان اور کہیں بدن کہیں اول  
 کہتے تھے اتنی کیا ہوا تھی  
 کیوں مچھلیوں نے نہ کائے ڈالے  
 کف نے بھی نہ جال میں بھنایا  
 کھینچے زمین ہاتھ ہو گیا تھر  
 کام نہ آئی نہ خاک ہشتنائی

ساحل کچھ لب سے تو ہی کشتا کھلتا نہیں کچھ کہ صر گئے وہ	کبوت کنارہ کش نہ رہتا کیا موت کے گھاٹ اتر گئے وہ
دریا سے انھیں نکالتا کون ڈر سے لرزان بھٹی موج آبِ آب	طوفان میں پانون ڈالسا کون حیر سے قحط دم بخود جابِ آب

بہتے بہتے یاسمن کا دریائے کنارے آنا حاصل  
ملک کا اوٹھا کر اپنے گھر لجانا

ساقی ترے آگے ہاتھ پھیلا بھردے بھردے پیالہ بھردے	چھین کی نہیں بدی ہر دم لا بول سرو ہو خوب گرم کر دے
اگر آب کے طوق کی گرفتار تھی سبزہ راہ فوج طوفان	وہ یاسمن غریب و ناچار بہتی چلی مثل موج طوفان
زمین دامن آب کی تھی نیلو فر تھے وہ پھول سے گال	پتلی چشم جاب کی تھی نار آبی تھے تر جو تھے بال
ہونٹھوں کی تری اگر نظر آئے آپٹل سے خجالت اس قدر ہو	موج بے تاب خشک ہو جائے پھر دامن بادہ کش نہ تھی ہو
بلکین دکھلا رہی تھیں یکسر غفلت سے تھے دیدہ ہائے تر بند	سبزے پہ بہار شب بزم تر خشے گویا کہ تھے نظر بند
وارفتہ ادھر تھی موج اودھر موج بے وجہ نہ تھا بخود کو چکر	پس جاتی تھی تن سے ہر موج صدقے ہوتا تھا اگر پھر کر

حد سے بڑھ کر تھا شوق کا جوش  
 آخر اسی طرح بہتے بہتے  
 مردہ سی لگی کسی کنارے  
 حاکم جو اس دیار کا تھا  
 اوس دن اوس رگہز سے گزرا  
 دیکھا کہ بدن حجاب میں ہے  
 جلوہ ظاہر تھا جسم مستور  
 مغواص کی طرح ہاتھ ڈالا  
 آہستہ سمیٹے بال اوسے  
 حسن مکین سے یہ ہوا حال  
 کچھ سانس اوسے بدن میں پائی  
 لایا دولت کی طرح کمر میں  
 تھرائی جو چشم ہو من کھولی  
 لبر و لون نے جیہٹ ساتھ چھوڑا  
 پنجے میں پھنسی ہون کیسے بخت  
 شہزادے کی چوٹ پہ گھر کا  
 چھکے چھوٹے تھے چلتی کیا چال  
 دل پہ ہے بسکہ تھا سرزد  
 تھی حالت ضعف اتنی طاری

محل کھولے ہوئے تھا آغوش  
 لہرون کے تپانچے سستے سستے  
 چاہے جس گھاٹ بخت اوتار  
 لپکا اوسکو شکار کا مقنا  
 یہ نور اوسکی نظر سے گزرا  
 پھیلی سارے آب میں ہے  
 فانوس میں شمع بزم میں نور  
 دریا سے برنگ دُر نکالا  
 گھینچا پانی سے جال اوسے  
 بس دیکھتے ہی ٹپکے ہی ال  
 تھوڑی سی ہوا چمن میں پائی  
 رکھا اوسے نور سان نظر میں  
 سہی چلائی رو کے بولی  
 جگ لاکے کہاں فلک نے چھوڑا  
 دیکھو ابھی رنگ لائے کیا بخت  
 بد رنگ تھا رنگ اس شہر کا  
 لکڑی دست کرتی تھی لال  
 ساکت تھی بہ شکل نبض مردہ  
 تھے موے بدن - بدن بھاری

<p>شک چہرے پہ زرد پھول کا تھا          حاکم بیٹھا تو جسل اٹھی وہ          چاچا جو کرم تو تیرا پایا          ہر دوا سکھائی چلا وہ جو چال</p>	<p>قد پیر۔ مگر ببول کا تھا          تاکا تو نکل بدل اٹھی وہ          مانگی جو شکر تو زہر پایا          ایسا ہوا زچ کہ تنگ تھا حال</p>
---	---

ساتھ والیوں کا ترس کھانا۔ مان کو سمجھانا۔  
 مشتری کا قید کی زنجیر سے چھوٹ جانا

<p>دے اسے سانی شراپے جوش          ہے ہے میکش کی زندگانی          کچھ ذکر بھی تھا کبھی کسی کا          بان وہ قیدی کی کھونے والی          خاموشی میں دم وفا کا بھرتی          سوچ آ کے پڑا جورات دن کا          ملنے کا جو اتفاق ہو جائے          کہنے لگیں ساتھ والیاں سب          جن خشک ہوا ہے رنگ کالا          کاکل تھی بلا مگر نہیں اب          ہونٹھوں میں وہ باصبا نہیں ہر          ابرو لیتے تھے پہلے جانیں</p>	<p>بیہوشی نشہ ہے مرا ہوش          جیسے مچھلی کی جان پانی          کیا نام تھا مشتری کسی کا          بان بان وہ ہی قید ہو نیوالی          مجبور میں غم حبس کا کرتی          ایسی ہوئی زار جیسے تنکا          سر کے بالوں میں آپ کھو جائے          افسوس کہ دن سے تم ہو میں سب          بانی پہ پڑا ہو جیسے پالا          شمشیر جفا نظر نہیں اب          تھوک آپ حیات اب نہیں ہر          اب ہیں او تری ہوئی گائیں</p>
---	--



گل تھے کبھی گال اب ہین کو لے  
 زردی سے ہوا ہو رخ تھارا  
 کیسے بے تیل کے ہین کو لے  
 لب پہلے تھے لال اب ہین لال  
 بے حسن شباب خشک بادل  
 ٹیڑھی ہے جنون کی راہ چھوڑو  
 انگھون کو رو لائے گاہ رونا  
 غم کوئی عدا نہیں کہ کھاؤ  
 بے قید سے چھوٹنے کی گر جاہ  
 سوچی وہ کہ پیچ سے نکلیے  
 غم دل میں نہاں ہو لطف یہ ہو  
 کہنے لگی مجھ میں دم نہیں اب  
 تنکا رکھ دو تو سر میں خم آئے  
 درگور وہ جسکی چاہ پھر ہو  
 وہ ایک تو کیا ہزار انسان  
 ہنسنے لگیں رنج سب گنیں بھول  
 چڑیوں کی طرح اوڑھیں ہان سے  
 اب یہ خواہش ہے شہر سی کی  
 غیرت جو اوڑھ لئی تھی آئی

غصے سے جو پھوپھو ہین بھپھولے  
 اک انبہ خشک لو کا مارا  
 ٹکڑے کسی تیل کے ہین سوکھے  
 شاید پانون کا پڑ گیا کال  
 بے عیش حیات بے مزہ پھل  
 سیدھی ہو جاؤ آہ چھوڑو  
 ہاتھ ان سے دھولا لڑی گاہ رونا  
 کچھ چوٹ ہوا نہیں کہ کھاؤ  
 ہو چاہ میں باؤلی نہ للہ  
 زنجیر کٹے وہ چال چلیے  
 جس طرح سے نئے میں نشہ ہے  
 طاقت سر کی قسم نہیں اب  
 پتاسی اوڑھن ہوا جو چھو جائے  
 توبہ ایسا گناہ پھر ہو  
 ایڑھی چوٹی پہ مہری قربان  
 کلیان کھل کھل کے ہو گین بھول  
 گویا ہو گین آگے اوکی مان سے  
 پر چھائیں نہ دیکھے آدمی کی  
 دولت جو کھو گئی تھی پانی

لیکن اب وہ پری نہیں ہے  
ایسا کیا غم نے زار او سکو  
زنجیرین قفل سی پڑی ہے  
گل گلوں کے نصیب میں ہو داغ اب  
یہ سنکے اوٹھی وہ درد کی طرح  
آئی تو یہ تھی شکستہ احوال  
دیکھا تو ہے کونے میں بیٹھا چائے  
ملکر ہوئیں اشکبار آنکھیں  
زنجیر جنون کو کاٹ ڈالا

اور ہو بھی تو مشتری نہیں ہے  
دور اوڑھے گرم جو منہ سے پھونکو  
زنجیر کی وہ بھی اک کڑی ہے  
بھجنے کے قریب ہی چراغ اب  
چلتی ہوئی آہ سرد کی طرح  
ٹوٹا ہوا جسے زلف کا بال  
جسے مگر می کے جا لے کاتا  
چو کا ہوئیں ہو کے چار آنکھیں  
دل زلف کے پیچ سے نکالا

گھر بار چھوڑ چھاڑ مشتری کا شب کو نکلیا نا صبح کو طہر  
والیوں کا چکر اٹا

کس نے اب تک بنا ہی تو یہ  
فلقے افلاس کے ہیں ساتی  
جب دور ہوئی بلائے زنجیر  
الفت کی ہو رکا آیا جھوٹ کا  
کٹ کٹ گئی تھیں لپٹے آئین  
دبھی جو پری کی چال پائی  
بشت نہیں اب سنبھل گئی ہے

کیسی تو بہ الہی تو یہ  
پھر رند ہیں جو دم ہے باقی  
چمکی پھر مشتری کی قفلیں  
چھڑٹ ہوا ساتھ والیوں کا  
ہٹ ہٹ گئی تھیں ہٹے آئین  
سمجھیں وہ کہ آدمیت آئی  
گرمی نہیں رت بدل گئی ہے

کیا جانیں کہ دل بھرا ہی کہ سے  
 موقع پایا تو لائے گی راک  
 ظاہر سے یہاں جُدا تھا باطن  
 دن بھر یہ دعا کہ رات آئے  
 رہ رہ گئی تول تول کر پر  
 اک شب جسے کیے چشم بے نور  
 چمکین لیکن چمک نہ سو جھے  
 لبِ یسے نہ ہوں سی سے کلے  
 دیکھا جز شمع سب ہیں غافل  
 پختی ہوئی شمع کی نظر سے  
 تھا تیز روی پہ جسم کو ناز  
 گو سون پیچھے ہو اس جھوٹے  
 ہوئے ہی سفید شب کی کاکل  
 وان گھر میں سحر کو ہو گئی بھول  
 مان بولی وہ سب میری زبان ہاے  
 وہ سانس نہ تھی نکل گئی کیون  
 سب گھر میں ہیں وہ نہیں یہ تقدیر  
 شمعیں کئی پہرے پر گھڑی تھیں  
 یہ سب اپنی جلن میں جل جائیں

یہ نیک بنی خیال بد سے  
 موسم آیا تو کھیلے گی پھاگ  
 رنگِ برگِ خاتمِ باطن  
 شب بھر یہ دعا کہ رات آئے  
 سو بار سمیٹے کھول کر پر  
 یا تھی نجاتِ سیاہِ مجبور  
 تارے کیا چاند تک نہ سو جھے  
 گیسوئے سیاہ سر جھکالے  
 آہستہ اوکھی بصورتِ دل  
 مثلِ برکت اوڑھی دھڑلے  
 جس سے بچھری پروں کی آواز  
 شدید ہوا سب پاؤں لائے  
 جنگل میں بسی وہ صورتِ دل  
 جو تھی گھر میں وہ زندہ در لولہ  
 مٹھی ہوئی خالی ز زمین ہاے  
 کچھ پھانس نہ تھی نکل گئی کیون  
 بازی ہوئی گننے کی بے میر  
 آنکھیں انکی بڑی بڑی تھیں  
 اللہ کرے ابھی پھل جائیں

<p>بولانہ پلنگ وہ اوٹھی جب جی چھوڑ کے جستجو کی ٹھانی چوبائی ہوا سے شرط بد کر بدلی تھی کہ روتی اور پھرتی جز خاک نہ ہاتھ میں کچھ آ یا مکس تلخ مزہ جو زندگی کا</p>	<p>چولین ڈھیلی کرونگی مین اب رستے رستے کی خاک چھانی لکھائے چاروں طرف کے کچر بجلی تھی کہ جلتی اور گرتی جز داغ فراق کچھ نہ پایا دل ہو گیا زندگی سے پھیکا</p>
---	--

بہتے بہتے ماہ عالم کا ایک جنگل میں کلنا اور شرمی کا  
لجنا اور شرمی کا یاسمن کی جستجو کو چلنا اور پا کر اوڑا لانا

<p>کشتی مے کی جو چل کے ٹوٹی لیکن ساقی کے سر پڑے زند وان یاسمن اور ہوا بے بیدار تختے پہ کسی طرف بہا یہ دریا میں بھی تھا شکوہ شاہی تاج او سکے لیے جواب لایا موجیں نہ تھیں گرد او سکے لاہی بہتا ہوا دور جا کے نکلا چھوٹے بھی تھے پیڑ اور بڑے بھی سایہ وہ گھنا کہ کچھ نہ سوچے</p>	<p>ساقی سمجھا کہ جان چھوٹی پتھر ہی کے گھاٹ اور پڑی زند شہزادے پہ یان پڑی یہ افتاد گو پا تخت روان پہ تھا یہ سکے بیٹھا تھا تا بہ ماہی تھان آب روان کا آب لایا ہمراہ تھے فوج کے سپاہی جنگل میں کنارہ پاس کے نکلا بٹھے بھی تھے دیوار کھڑے بھی مشکل کہ سمجھ پہیلی بوجھے</p>
---	--

اگھالے سوٹھو کرین نہ جب تک  
 ظلمتِ مِثَلِ سوادِ دیدہ  
 وان جادہ خاک خاک پر بار  
 وان مرغ کو مرغ ہی کے پر تیر  
 وان نہر کا آب آبِ خنجر  
 وان خار نگاہِ چشمِ حاد  
 میدانِ مینِ دھوپ اگر ٹری تھی  
 اوس سے تب ہجر کو جلن ہو  
 جلنے سے ہوا میں اک چمک تھی  
 بالو کجنت اس قدر گرم  
 جو اوس میں پڑا یہ اوسنے جانا  
 دن بھر تو پھر کیا ہوائی  
 اندیشے سے مثلِ مرغ اوٹے ہوش  
 اودادِ صبح پیر پور سے  
 اگھالنے لگا مثلِ بخت چکر  
 چمکاقتِ سیر کا ستارہ  
 ایک ایک انگل پہ پانوں دھرتا  
 صورت پہ جو کی نظری تھی  
 جوئے اوسنے قدمِ بشر کے

دل سے پہونچے نہ حرف لب تک  
 شکلِ مردمِ بلا سیدہ  
 وان خوشہ تاک تاک پر بار  
 وان شلخ کو شلخ ہی تھی شمشیر  
 وان سبزے کی نوک نوکِ نشتر  
 وان پھول کا رنگ خونِ فاسد  
 تلوار کی آغ سے کڑی تھی  
 جلکر کو لا بشر کا تن ہو  
 گویا شعلے کی وہ لپک تھی  
 ہونگ گچل کے موم سے نرم  
 جلتے ہوئے بھاڑ میں ہے دانا  
 شبِ مثلِ بلا جو سر پہ آئی  
 بیٹھا سرِ نخل خانہ بردوش  
 پھل جیسے ٹپک پڑے شجر سے  
 پھرنے لگا جس طرح پھرے سر  
 آئی نطفہ ایک ماہ بارہ  
 پاس اوسکے گیا وہ ڈرتا ڈرتا  
 اپنے یوسف کی مشتری تھی  
 صدقے ہوئی پھر کے گرد سر کے

حیران حیران ہوئے بغلگیر  
 بولا جھگل کہ سان کہاں تو  
 کیون ہو گردش میں صورت چاک  
 پتھر پڑیں تیرے اس جنون پر  
 یان لالہ دشت قلب بیدین  
 یان با صبا پیام آفت  
 تو کا نہ اری تجھے کسی نے  
 سب آگ یہاں کی باد صحر  
 جب سانس کے ساتھ شعلے آئے  
 بولی کہ ہو بحر عشق کو جو شمس  
 بس چھیر نہ اے عزیز بشر  
 قسمت سے ملا حبیب میرا  
 تو اپنی تو سرگزشت کچھ کہہ  
 بولا وہ کہ جان کھو کے آیا  
 غر دوس سے گل وہ لیکے چلنا  
 ہونا طریت وطن وہ راہی  
 وہ دشت امیر اور وہ اختر  
 دو نوں کا کنارے چھوٹ جانا  
 لے کر کسی سرگزشتِ فرقت

جیسے آئینہ اور تصویر  
 کیون رنگ کی طرح ہو روان تو  
 چھلنی نہیں چھانتی ہو کیون خاک  
 لے اس خجل میں خاک پتھر  
 یان چشم غزال چشم بدین  
 یان سبز راہِ دام آفت  
 نہ دکان سفر سے ناز کی نے  
 کر شکر کہ چلنے سے بچے پر  
 اللہ ہی جان کو کپائے  
 ہوں صورت موج خانہ بردوش  
 یوسف کی قسم ہو تیری ہی چاہ  
 طالع میرے نصیب میر  
 نیزنگ قیام دشت کچھ کہہ  
 میں بحر سے ہاتھ دھو کے آیا  
 خسرو کو وہ داغ لیکے چلنا  
 کشتی کی وہ بحر میں تباہی  
 داغ ادنیٰ جدا یوں کے لہر  
 دو نوں آنکھوں کا پھوٹ جانا  
 دکھلائے وہ خار دشتِ فرقت

بولی وہ کہ عیش و نعم ہیں نین ساتھ  
 امید ہے دم کے ساتھ باتی  
 کیا عسر ہے عیش کا زمانہ  
 تدبیر سے کام چل ہی جائے  
 ہے منہ میں زبان بولنے کو  
 جی کوئی کڑی پٹے نہ ہائے  
 مین ہوں سرگرم جب تجویز  
 رات آ کے یہیں بسر کرونگی  
 اپنے اللہ کی قسم ہے  
 شب بھر رہتی قریب پہلو  
 تر کے مثل سیم چلتی  
 موقع یہ بدلتی وہ نیا روپ  
 دیکھا کسی گھر کا در اگر بست  
 جالی سے غبار بنکے پہونچی  
 پھرتی رہی رات دن وہ دلسوز  
 آوارہ برناب بڑھوائی  
 سب شہر باتھا اوکی بو سے  
 باتون باتون جو بات پائی  
 پہنا رخت بشر پری نے

دو یاروں کا جیسے ہاتھ میں ہاتھ  
 مے پھر ملے زندہ ہے جو سانی  
 جس کا ممکن نہیں پھر آنا  
 مے کھنچنے پہ جام چل ہی جائے  
 ناخن ہیں گرہ کے کھولنے کو  
 نکلے پتھر سے لعل پیاسے  
 سورج کی روش پھر ونگی دن بھر  
 دیکھوں گی یہ رخ سحر کردگی  
 دم ڈھونڈھکے لون جو دم میں مچو  
 جلسے گیسو کے پاس گیسو  
 آگے خورشید سے نکلتی  
 سایہ بنتی اکین کین دھوپ  
 سمجھی کہ یہیں ہے وہ نظرب  
 یاد دھوب کی طرح چھن کے پہونچی  
 گھر گھر کئی صورت شب و روز  
 جس غنچے میں یاسمن تھی آئی  
 پردہ ہوا فاش گفتگو سے  
 شب کے پردے میں گھات پائی  
 لی برج کی راہ شتر میں نے

کا زون سے شامل میں کچھ شور  
 دیکھا کہ اکیلی رو رہی ہے  
 زینے کی طرف بڑھی دبے پاؤں  
 ملنے کا جوئل کیا کچھ انداز  
 ظلمت سے عیاں ہوئی وہ اس طرح  
 تسلیم جو کی جواب پایا  
 پوچھا کہ لقب کہا پریشان  
 پوچھا مقصد کس کا پانا  
 اپنی کے عوض کمی پرانی  
 سنی ہو گئی وہ کہ بات کیا ہو  
 پتانی کہ داغ ہے نہ پھول  
 یوں ڈر گئی وہ قندلس سے جھڑک  
 نبضیں جو بدن کی حل ہی تھیں  
 کہنے لگا ماتھے کا پسینا  
 ایسا کتا تھا چہرے کا رنگ  
 دیکھا دیکھی ہوئی یہ صورت  
 اوس نے پوچھا کہ نام کیا ہے  
 یہ اور بڑھی تو ہٹ گئی وہ  
 دن کی پوچھی تو شب کی کہی

چھپکے جھانکی وہ جس طرح چور  
 سوچی یہ کہ ہو نہ وہی ہے  
 سائے کی روش چڑھی دبے پاؤں  
 ظاہر ہوئی کھلے صورت راز  
 سر کے بالوں سے بانگ جس طرح  
 غم دید اوٹھی ملی بھیا  
 پوچھا کہ سب کہا کہ طوفان  
 پوچھا مطلب کہا بلانا  
 اولیٰ گنگا غرض ہسانی  
 یہ پیچ چلی تو گھات کیا ہے  
 ایسا نہ ہو یہ چراغ ہو غول  
 دل لے گیا اچھل ہوا سے جھڑک  
 سب کی طرح اوچل ہی تھیں  
 پھلے رکھتا ہے آہ بکھینا  
 آنسو جو ہے تو ڈھل گیا رنگ  
 کچی مٹی کی جیسی صورت  
 اوس نے پوچھا کہ کام کیا ہے  
 سے سے اڑ کر کے کٹ گئی وہ  
 سر کی پوچھی تو لب کی کہی



بولی یہ کہ ہوش میں بس آؤ  
 صورت ہو یہ اور ہی کہیں کی  
 اتنا تو ڈرتے ہو ننگے لڑکے  
 رونے کو پڑی ہیں اور راتیں  
 جگ یا ہے اکیلی نرد بہتر  
 بولی کہ اکیلی نرد کٹ جاوے  
 بولی اتنا مجھے بتا دو  
 بولی مرے پاس صرف دم ہے  
 بولی مری جان دم نہ دو تم  
 سو باتوں کی ایک بات سن لو  
 بولی کہ نہ دو گئی یون زبان میں  
 کیوں مانگتی ہو زبان کیوں جی  
 آخر کیوں میں زبان کھو کر  
 زبان کو کوئی جانے بوجھے  
 جب تک میں بات پانہ جاؤں  
 بولی میں دیشکس نہیں ہوں  
 صندل ابھی درد سر کا ہونگی  
 بولی نہ تاؤ دیکتی ہو کیوں  
 صندل کو لگاؤں گ جل جاوے

ایسی بھی نہ پرکھی اور آؤ  
 لینا نہ ذرا نہیں نہیں کی  
 تھا مودل کو بہت نہ دھڑکے  
 تجھ سے کرو پہلے ہنس کے باتیں  
 جوڑی کہ گھر ہے فخر بہتر  
 ہو فرد گھر تو قدر ٹھٹ جاوے  
 جوڑی جو ملاؤں میں تو کیا دو  
 اور اسکے سوا جو ہو تو غم ہے  
 اور غم کا تو نام اب نہ لو تم  
 چپکے سے زبان مجھ کو دے دو  
 کھلی نہیں کچی گولیاں میں  
 اکیلے کے زبان چاٹ بولی  
 اگونی بنوں بے زبان ہو کر  
 آنکھیں کھلیں اونچ نیچ سو مجھے  
 دھڑکا ہے کہ منہ کی کھانا جاؤں  
 سم جکو نہ جانا بلکین اچوں  
 مرہم زخم جس گھر کا ہونگی  
 زخموں پہ نیک چھڑکتی ہو کیوں  
 مرہم پڑے بھاڑ میں کھیل جاوے

تھا مٹھوڑے دونوں دل بھپھولا  
 جو بات ہو وہ لٹھاؤ کی ہے  
 اپنے سمجھے یہ سمجھوں کس طرح میں  
 بولی اندری بدکسانی  
 موقع تو یہ میل جول کا ہے  
 بخت آج تمھارے آگے لایا  
 بولی کہ یہ باتیں کون جانے  
 سایہ کیسا سحر نہیں تم  
 بولی اجی دیکھو میں پری ہوں  
 میںے تھیں ڈھونڈھنے کو جانی  
 در در گئی رہنمائی کی صورت  
 بوہو کے بسی میں ہر چمن میں  
 فردوس ہے کیا چمن تمھارا  
 بولی ہاں اب زبان لے لو  
 اک بات کہوں جو مان لو تم  
 اچھا کی صدا دہن سے نکلی  
 آخر پوچھا کہ کچھ خبر ہے  
 بولی کہ پڑا ہے دشت سے کام  
 وہ دشت ہوا جہان کی مسموم

اب تم نے کیا جلا کے کولا  
 ہر چال تمھاری داؤ کی ہے  
 دل اور زبان ایک ہی ہیں  
 میں پاگئی داد جا نقشانی  
 تم جنکس پہ تل پڑیں یہ کیا ہو  
 انسان کے پیر ہن میں سایا  
 آپ آئیں پسلیان بھانے  
 دامن نہیں ابتر نہیں تم  
 شہزادے کی لونڈی مشتری ہوں  
 ساری دنیا کی خاک چھانی  
 گھر گھر پہونچی سحر کی صورت  
 آئینہ بنی ہر آب میں  
 کیا نام ہے یا سمن تمھارا  
 بولی ابھی گالیان تو دے لو  
 بندی کو کنیز جان لو تم  
 پوچھ پڑ یا سمن سے نکلی  
 وہ ماہ اسے مشتری کہہ رہے  
 مانند ہوا ہے گشت سے کام  
 یا بوم و بان ہیں یا ہین قوم

پتھون کا جو کوئی پیڑ پاسے  
 تن ضعف سے خار پیرہن میں  
 پہلو میں نہیں فترار دم بھر  
 بولی پھر اب کس کہ چلیے  
 یہ کہہ کے بدل کے رخت اپنا  
 بیٹھیں سر تخت دو لون طرح  
 شمعیں دو ٹھیں مگر لگن ایک  
 وہ تخت اوڑا وہاں سے طرح  
 چلنا تھا وہی وہی تھا آنا  
 دیکھا تو پڑا ہوا تھا غمناک  
 حیرت زدہ پتلیوں سے دیشے  
 پر گرد تھا بکہ چہرے کا خط  
 استد اور رگون پہ کنے والا  
 کیسو جو چکٹ کے بل گئے تھے  
 جب وہ آواز پر نہ بولا  
 لوٹنے لگی بیٹھ کر یہ گلرو  
 گل گال گلاب تھا پسینا  
 بیدم کو جو ہوش یون نہ آیا  
 غفلت لب کے اثر نے کم کی

نوپٹ کی آگ وہ بچھائے  
 رخ گرد سے چاند ہے گن بین  
 دل ہے گویا گھڑی کا لنگر  
 بولی کیونکر کس اسبھلے  
 اوڑ کر لے آئی تخت اپنا  
 دو آنکھیں ہوں ایک رخ میں طرح  
 تھے پیر تو دو مگر چمن ایک  
 جھپے ہوئے رخ کا رنگ ج طرح  
 کیا دور تھا تیسرے سے نشا  
 نقش کف پا سا تھا سر خاک  
 معانوں کے بدلے تکرار تھے  
 گویا کہ خط غناب تھا خط  
 کہدے سو کھٹے خبر میں جالا  
 کچھ سانپ سمٹ کے بل گئے تھے  
 جوڑا سننے تب اپنا کھولا  
 آنچل کی ہوا تو بالون کی بو  
 چہر کا اوٹھیں گالوں کا پسینا  
 لب پر لب رکھ کے سر بلایا  
 کچھ تب غناب ترنے کم کی

<p>آنکھیں جو کھلین نصیب جاگے          کرنے لگی مشتری اشار          جنکو گھیرے تھی یاس کی شکل          وہ رنج کے دن وہ غم کی راتیں          پالا جسکو پڑا تھا جس سے          لب و اجو ہوئے تو عقدہ و اتھا</p>	<p>اقبال تھا سر پہ دولت آگے          ہے عید کا چاند منہ ہمارا          لکھا ہوئے پھر حواس کی شکل          نکھین دونوں میں پھیلی باتیں          اسنے کہا اس سے اس سے          پٹ کے دکھائے تو پڑوہ گیا تھا</p>
--	---

اختر کا ایک شہر میں گزر رہا پر عشق کی نظر زہرہ کی چاہ  
 اختر پیر لگا وٹ کی نگاہ - ساحر کا ہجر کے خیال سے دُنا  
 زہرہ کو طلسم کے سحر میں قید کرنا

<p>تو خوش خوش بیٹھے ہیں پینے والے          دل ٹوٹ کے دُخت رز سے اکھا          وہ تاج پیر راہبر وہ اختر          سب یاس کے گھاٹ اتر کے روئے          آنکھیں یوں آنسوؤں سے پر آب          دن ہو یا شب سحر ہو یا شام          واغون سے بدن فلک کی صورت          چکر میں دھر تھا ایک و دھر ایک          سب باد ہوا فی کرتے تھے گشت</p>	<p>ساقی کے گلے میں ہاتھ ڈالے          دینے لگی زلف موج جھٹکا          وہ دُخت امیر اور وہ لشکر          ساحل سے کنارہ کر کے روئے          ساون بھادون کے جیسے تالاب          اگر دُش اُنکو بزنک ایام          کاتون سے بدن پلک کی صورت          اتھا سوزن ساعت و نین ہر ایک          اک شہر ملا جو طے ہوا دشت</p>
--	---

یوں شہر میں پہونچے چلنے والے  
 اختر گزرا جو رہنما رہے  
 اوس ملک پہ حکمران وہی تھی  
 انہرہ مشہور دیس میں وہ  
 کامل وہ بلا کہ بڑھ کے دل لے  
 تھی بانگ کہ راہ جلی بن کی  
 اتھے کی چمک سے ماند سورج  
 تلواریں بھنوں کی کاٹ میں طاق  
 ایسی دنیا میں ہوگی کم ناک  
 تنگی سے کھلے دہن یہ مشکل  
 نیچے اوپر جو دونوں لب تھے  
 دانت اوسکے تھے صاف تر تھے لب  
 گالوں میں تھی جوش پر جوانی  
 چہرہ اوس کا تھا آفتابی  
 حیرت تھی کہ کوچ کس قدر ہے  
 دیکھا تو نظر لڑی غضب کی  
 کامل بولی گستاخو  
 زہرہ کا بھی کچھ سے کچھ ہوا حال  
 کیا اوس نے فقط نظر سے دیکھا

ناگوش رہا ہوں جیسے نالے  
 گزری اک مہ لقا نظر سے  
 اوس خاک پہ آسمان ہی تھی  
 تھی حور انسان کے بے بین وہ  
 وہ مانگ کہ سر پہ چڑھ کے دل لے  
 حسد یا چین اور ختن کی  
 دونوں رخسارے چاند سورج  
 دیدے دونوں بلا کے قزاق  
 تھی عطر گلاب کی قلم ناک  
 پھر بھی نکلے سخن بہ مشکل  
 زیر و زبر کلام رب تھے  
 ہیرے کے تھے دانت لعل کے لب  
 جیسے ہانڈی میں گرم پانی  
 ہلکا بل دل بیا سس آبی  
 یہ بال کسانیاں یا کمر سے  
 بر چھپی سیدھی پڑی غضب کی  
 چتون بولی کہ دل اوڑالو  
 پسکی اختر کی شکل برال  
 دل سے دیکھا جگر سے دیکھا

پھیلی اس طرح غم کی تاثیر  
 دل پر کھائی نگاہ کی چوٹ  
 راہی وہ ہوئی وہیں تھما یہ  
 بیٹا بچپا رہ رہ گذر  
 جو سر کہ تھا اوج سے ہم آغوش  
 کیا عشق کا ولولہ نہاں ہو  
 یوں داغ جنون کے سر پہ چکین  
 لوگوں کو ملے نئے شکوے  
 ساحر کوئی زہرہ پر فدا  
 کھائے ہوئے دل عشق کا داغ  
 شہرت نے جو چین اوسکا کھویا  
 سوچا وہ کہ بھڑکی عشق کی آگ  
 اختر جو اوڑا کے اوسکو لیجاے  
 زہرہ کو کیا فنون کا پابند  
 روشن بھٹی فنون کی لاگ باہر  
 شعلوں میں طلسم کے اکیلی  
 زہرہ وہاں سے پاؤں تک د  
 وہ خاک نشین وہاں فنون سے  
 وہ بُرج میں جیسے سر میں سوا

جیسے رگ رگ میں سم کی تاثیر  
 لکھ کو چلی لے کے راہ کی چوٹ  
 بوٹا سا زمین پر جما یہ  
 جس طرح گدا سخی کے در پر  
 اب خاک پہ تھا بشکل پاپوش  
 ہو آگ جہاں وہاں صوان ہو  
 جیسے جگنو شجر پہ چکین  
 غنچوں میں کھلے نئے شکوے  
 قیدی الفت کے چاہ کا تھا  
 شیدا سے بہا بہ لالہ تھا زاغ  
 بادل کی طرح گرج کے رویا  
 لائی زہرہ تو نیسا راگ  
 چڑیا سونے کی ہاتھ سے جاے  
 اک بُرج طلسم میں کیا بند  
 تھی خاک اندر تو آگ باہر  
 لالے کی چین میں تھی چنبیلی  
 اختر یہاں گرم نالہ سے  
 یہ خاک بس یہاں جنون سے  
 یہ سکتے میں جیسے نقش میں

مشری کا جستجو میں جانا آخر دخت امیر اور سب بچھڑے  
 ہو و نکو پانا شہزادے کے پاس آنا سب کو باہم ملانا

آخر کچھ میکدے میں ہے بھی  
 لایا وہی چیز لایا سانی  
 یوسف کی وہ مشری تھی جو یا  
 جس طرح ہوا یہ لکھ ابر  
 ہر سمت نگاہ چشم مٹید  
 تب تھی گویا کہ چڑھ کر اوتری  
 پہونچی ساحل پہ مثل جادہ  
 لائے اوسے شہر تک پری کو  
 سمجھی کہ سحر ہوئی مری شام  
 نغمہ اپنے ہی ساز کا ہے  
 پوچھا پوچھا تپے پر آئی  
 تیرے کی مثال ہے سرخاک  
 میل و نمین پروں میں جیسے لاسا  
 پرہین کسی مرغ کے بدن پر  
 دم مثل قدم رکھا ہوا تھا  
 سمجھی کہ ہے پیکر نگلی وہ

ساقی بھی نہان ہے اور مے بھی  
 دیکھو دیکھو وہ آیا سانی  
 اختر کی اودھر پری تھی جو یا  
 اوڑتی پھرتی تھی یون وہ بے صبر  
 مثل تار شعاع خورشید  
 بازو جو تھکے زمین پہ اوتری  
 فیتہ فیتہ پری پیادہ  
 نقش کف پاتھے رہبری کو  
 اختر کا سا جو ہر طرف نام  
 یہ رنگ اوسے عشق باز کا ہے  
 دل میں لیکر سنی سنائی  
 دیکھا اختر غریب عنناک  
 بال او مجھے ہوئے طبیعت آسا  
 شک ہو صد چاک پیریز پر  
 سر شکل مڑ جھکا ہوا تھا  
 پھر دخت امیر سے ملی وہ

پہلی نہیں پھرتی دم نہیں ہے  
 رخ کنے کو گل مگر نہیں ہنگ  
 بے رو بج مائے عم کے تخاص  
 زکرت تھی تو بے نمک تھی کپسکی  
 ساتھ ہی یہ دم پڑے تھے س طرح  
 ہوا تھل جو منہ سے بولی  
 شہزادے کی کہکراؤنکی سنکر  
 بولی نالان نہ مثل نے ہو  
 کانا کیا بیتاک قدم کو روکے  
 تم دیکھو تو بھر واصل دکھائیں  
 گردنٹ ہوا ہوئی وہ اور کر  
 شہزادے تاک آئی آئی آئی  
 یوں آئی وہ بطرح شبے وصل  
 پوچھا پایا کس کہ پایا  
 سوکھے دھانوں پڑا جو پائی  
 شب بھر جو رہی ہوا سحر کی  
 اتنا تو نہ چل سے کس تیر  
 جیڑیا یہ نہ دے سکا کوئی ساتھ  
 پہونچی وہ پیری جو ساتھ لیکر

زلفین نہیں مبین خم نہیں ہے  
 لب نام کو لعل ورنہ ہیں سنگ  
 او ترا ہوا داسرہ تھسا یارخ  
 آنکھیں بیمار تھیں کبھی کی  
 کنکر تھیں زمین پہ جس طرح  
 خاطر کی گرہ زبان سے کھولی  
 اختر کے جنون پہ سر کو دھنک  
 ہے مرحلہ کون جو نہ طے ہو  
 ہچکی ناپست دم کو روکے  
 لب مین جدا ہوں دم میں ٹھائیں  
 لی دشت کی نہ راہ مثل صر  
 روتی گئی مسکرائی آئی  
 ما بعد خزان بہار کی فصل  
 گھر گھاٹ اوستے مٹنے کا بنایا  
 پائی نئے سر سے زندگانی  
 لی نور کے ترے راہ او دھکی  
 جلا د کا خنجر اون سے کہ تیر  
 گر تا پڑتا رہا یہی ساتھ  
 باہم ملے دو نون ماہ واختر



لیکھ کیا سب کو یوں خدا نے	حس طرح انار میں ہونے والے
لے لے کے وہ مدتوں کے چھوٹے	ایسے پھولے کہ بند ٹوٹے

اختر کی بچینی اور شہزاد کا سمجھانا مشتری کا فقیر کو پس سولوح لانا

ختر کا لوح لیکے جانا ساحر کو مار کر زہرہ کو قید طالع سے چھوڑانا

نہ نے نہ جین کے رہد ساقی	واللہ بین کے رہد ساقی
--------------------------	-----------------------

ہنس دے چین چین سے حاصل	ہاں کہ منہ سے نہیں ہو حاصل
------------------------	----------------------------

آئینہ ہوا جو راہ ہم	آیا چکر میں ماہ عالم
---------------------	----------------------

دیکھے اختر کے داغ اوسے	جلتے پائے چراغ اوسے
------------------------	---------------------

بولاکہ ارے سڑی نہ ہو تو	جی ہو تو جہان جی نہ کھو تو
-------------------------	----------------------------

دل جا کے نہ ہاتھ آئے گا پھر	کچھ قرض نہیں کہ پائے گا پھر
-----------------------------	-----------------------------

وانائی نہیں کہ سم کو چھپے	دل میں قدم بھی نہ رہے
---------------------------	-----------------------

کیا داغ ہے زر کہ کام آئے	کیا غم ہے غم کو کوئی کھائے
--------------------------	----------------------------

لے جان کہ سہج جی پن چھپے	لکھن والے کو کھلے چپے چپے
--------------------------	---------------------------

یان پند زبان پہ تھی وہاں آہ	یان جان عزیز تھی وہاں چاہ
-----------------------------	---------------------------

بولاکہ نہ بولودل ہے غمناک	مرجھائی ہوئی کلی کھلے خاک
---------------------------	---------------------------

نوا بتو لگی ہے پہلے سرجے	وہ تب نہیں عشق جو او تر جے
--------------------------	----------------------------

مارا دل پر نظر نے بھالنا	جادو آنکھوں نے مہیہ والا
--------------------------	--------------------------

گیسو میں بلا کی طرح گمیرے	چوٹی پیچھے پڑی ہے میرے
---------------------------	------------------------

وہ بیچ و غم اب سے دور بھولے  
 بولا کہ طاسم ہے بلا کا  
 اس آگ میں کون آدمی جائے  
 بولا کہ بلا کا ڈر کہاں تک  
 آتی ہے بلا تو کتنی بھی ہے  
 اکا کل کالی بلا ہے لیکن  
 تھی دقت عقل میں پری فرد  
 بے آب ہو ایک تشنگی دور  
 ہم قوم تھا ایک صاحب دل  
 پیشانی صاف آب کوثر  
 گونگا بولے جواب ہلاکے  
 عقدہ کرے حل ذہن جو کھولے  
 گھر اور سکا تھا دامن جبل میں  
 ابادل کی طرح اوڑی ہوئی  
 آئینہ تھا قلب صاحب فن  
 منہ کھلتے ہی در کھلا سخی کا  
 دی لوح کہ وہ طاسم ہو کر  
 یون لے کے روان ہوئی وہ بیتاب  
 غم لے کے گئی تھی عیش لائی

اپنی بیٹی حضور بھولے  
 شعلوں سے گذر نہیں ہوا کا  
 دوزخ میں نہ کوئی جیتے گی جا  
 پتے کو ہوا کا ڈر کہاں تک  
 بڑھتی بھی ہو رات کھلتی بھی ہو  
 ہون موئے سیہ سفید الدن  
 سمجھی کہ نہ جائے بے دوا درد  
 بے مے نہ مے خمارِ مخمور  
 عالم زاہد فقیہ سر کامل  
 داغِ سجدہ جاب کوثر  
 پتلی گونگاہ سے جلاوے  
 زندہ کرے موت کو جو بولے  
 وہ لعل تھا سنگ کی نعل میں  
 پاس اوسکے وہ مثل صبر آئی  
 اندھیر کا حال سب تھا روشن  
 کھویا باتوں سے دردِ جی کا  
 ہوا آتشیں سحرِ مثل گل سرد  
 جس طرح روان ہو کوہِ آب  
 غنچہ گئی پھول ہو کے آئی

<p>جڑ سحر کی کافی صورت کام دوزخ گوارم بنالکے چھوڑا گلزارِ خلیل ہو گئی آگ فی القار تھا ایک پل میں ناری زہرہ نکل آئی صورتِ ماہ ایک رُک کے کمر سنبھالتی تھی اچھل منہ پر نطنزِ زین احسان کا بوجھ شرم کا نام جیسے خاطر ہو پر کدورت اوڑتی ہوئی ناگنین ہوا پر روح اپنے بدن میں پھر کے آئی دولت یہ بڑھی کہ بھر گیا گھر آئے وہ عزیز جن کو بھی چاہ</p>	<p>اختر نے وہ لوحِ پاکے کی راہ قفلِ بابِ طلسم توڑا دیکھا تو نہ وہ فنون نہ وہ لاگ ساحر پہ پڑی جو چوٹ بھاری نکلی جو بزرگ کمکشانِ اہ رہ رہ کے جگر سنبھالتی تھی سسکی لب پر شکنجِ چین پر گردن نہ اوٹھاسکی وہ کلفام پوشیدہ غبار سے تھی صورت دکھلاتے تھے بال اوکے اڑ کر ہوا اپنے چمن میں پھر کے آئی مہمانوں کو لائی پستلیوں پر ہمچشم ملے جو تکتے تھے راہ</p>
--	---

### عاشقِ معشوق کا وصال یعنی زہرہ اور اختر کے عقد کا حال

<p>خمِ صلوٰۃ چشمِ منت نہ گر کھول چلو چلو ابھی بٹھپ کچھ اور ہی راک لائی زہرہ پہلی وہ نکھر کے جیسے کندن</p>	<p>ساقی آمیکدے کا در کھول مے پینے کو رند آڈٹے پھر جب بیچ میں اپنے آئی زہرہ دھودھا کے جو صاف کر لیا تھ</p>
---	---

سائے سے بدن کے دھوپ پیلی  
 رنگ بدھ کے اوسے چھوڑی پائی  
 زنجین کے دونوں لب سی سے  
 شاخ گل سودہ تن کے پھولی  
 کان اسکے تھے موتیوں میں اس طرح  
 ہیرے کا کنول تھا جسکی تھی لوہنگ  
 قد میں زیور کچھ اس قدر تھا  
 دھانی کپڑوں میں تن کا یہ حال  
 ہاتھ اپنی کمر پہ رکھ کے ٹہلی  
 بولا کوئی پر عسرو کیوں ہو  
 بولا جو کسی کا دل ہو بے چین  
 بولا جو نہ ضبط کر کے وہ  
 بولا تو ہو خون یوں کسی کا  
 بولا یہ ستم ترس کے بدلے  
 بولا کہ ہوس ہے اور ہی چیز  
 دنیا میں نہ ہو جو عشق کی ذات  
 اتنا کوئی شکل پر نہ اترے  
 بولی کہ چلو چلو ہوا ہو  
 اتراتی ہوں ناز کرتی ہوں میں

رخ صاف تھا آرسی تھی میلی  
 ناکن صحن چمن میں لونی  
 روئی کالی گھسٹا سی سے  
 بالی پتے پن کے پھولی  
 عاشق کا دل آبلون میں طرح  
 تھی ناک نگار کی وہی لونگ  
 لٹنگی کا پھلا ہوا شجر تھا  
 مینا تو زمر دین تھا مے لال  
 اختر کو نظر پہ رکھ کے ٹہلی  
 بولی کوئی نا صبور کیوں ہو  
 بولی تو وہ ضبط کر کے لے چین  
 بولی۔ تو مرے جو مرے وہ  
 بولی۔ تو ہوا کرے مجھے کیا  
 بولی یہ کہو۔ ہوس کے بدلے  
 یہ عشق ہے عشق قدر کی چیز  
 بوجھے پھر کون حسن کی بات  
 لکھی رہی اور لکھی رہ جائے  
 مینے تو نہیں کہا کہ چاہو  
 ہاں ہاں بنتی سنورتی ہوں میں

ماتھے پہ جو ناز کی شکن ہے  
 گھونگر باون مین ہین تو ہین پھر  
 بان پھول ہین گال پھر تھیں کیا  
 بودانت تھیں دکھاتی ہونہیں  
 چوٹی جو دکھاؤن مین تو کیا ہو  
 لچکاؤن کم تو کیا کرو تم  
 مین ناز نہ کم کروں گی بان بان  
 میری منہدی کی لاگ دیکھو  
 آنکھیں تو ہین سامنے تھکے  
 تم دیکھتے ہو ادائیں جتنی  
 لالچ کی فطرت نہ ڈالو دیکھو  
 کیلے کہتے ہو کچھ سنو تو مین بھی  
 آواز جو دھیمی اس قدر ہے  
 کیون آنکھوں مین آ رہا ہی پانی  
 آنسو ہین یہ بان سبب مین بھی  
 یون ہی ترس آیا۔ یہ نہ مانو  
 تم لاکھ چھپاؤ کھا کے قسمین  
 احسان کے بدلے تلو کیا دوں  
 ایک اتم مرتے ہو سچ بتاؤ

یہ تو مرے حسن کی پھین ہے  
 پھندے جا لوں ہین تو ہین پھر  
 بان ہونٹھ ہین لال پھر تھیں کیا  
 کسانہ کہ منہ چڑھاتی ہونہیں  
 شبھ تھیں سیس ناگ کا ہو  
 چمکاؤن فطرت تو کیا کرو تم  
 گھنگھر وچھم چھم کروں گی بان بان  
 ہاتھوں مین لیے ہوں آگ لکھو  
 دیکھو دن ہی کو شب کے تارے  
 پلو مین بندھی ہین ایسی کتنی  
 چھ اور نہ دیکھو بھالو دیکھو  
 قابل سننے کے باتیں ہین بھی  
 شاید مرے سرے کا اثر ہے  
 یہ تو ہر مرض کی اک نشانی  
 بچپن پلٹ آیا اب مین سمجھی  
 کیا تم کو مین دل کا نیک جاتوں  
 پوشیدہ غرض تھی اس ترس مین  
 بان قید مین ہو تو مین چھوڑا دوں  
 کیونکر مرتے ہو مرتے جاؤ

بولا کوئی سحر اگر سکھاوے  
 پھر میں زہرہ گو بس میں لاؤں  
 جھپسی جو پتے کی اوسنے پائی  
 جل بھن گئی تاؤ کھا کے بولی  
 مجھ سے رہو دور دور رہی تم  
 اس چاہ کا میں مزہ چکھاؤں  
 منہ میں جو آیا لب کے چل دی  
 گزرے کچھ دن جو رہتے رہتے  
 شہزادے نے ہنس کے عقد کھولا  
 زہرہ اختر تھے دونوں رضی  
 زینت کا کیا جو شب نے سامان  
 مہتاب کی آرسی عیان کی  
 دل کھول کے ملنے کو سدھارے  
 اختر نے حجاب کی نظر سے  
 منظور اسے خود تھی پردہ داری  
 کہتی تھی حیا یہ ظلم ہے سخت  
 کا ہے کوئے کسی کی کوئی

میرے دل کی لگی بجھاوے  
 چاہوں جو ناچ وہ نچاؤں  
 منہ پھیر لیا جو منہ کی کھائی  
 مجھ کو نہیں بھاتی یہ ٹھٹھولی  
 ہو بد نظیرے ضرور ہی تم  
 زہرہ ہوں کھین کنوین جھنکاؤں  
 بجلی کی طرح چمک کے چل دی  
 چھیڑ لوگوں نے کہتے کہتے  
 اوس سے کہا اس کا دل ٹھولا  
 عقداؤں کا کیا بلا کے قاضی  
 ماروں سے چنی جبین پہ افشان  
 اور مانگ دکھائی کمکشان کی  
 اک بروج شرف کو دو تارے  
 در بند کیے ہوا کے ڈر سے  
 منہ پھیر کے آرسی اوتاری  
 آتی جاتی ہے سانس بھوت  
 کیا جانے پر اے جی کی کوئی

یاہ عالم کا پردیس سے گھیراتا۔ زہرہ کو

سفر کے رستے پر لانا۔ وطن میں آکر انہوں سے ملنا ملانا

<p>کر کشتی سے روانہ ساقی  منہ جام کا چوم لین تو چل دیں  طائر کو ہوا ہوئی چمن کی  آنکھوں میں وہ سر زمین ہوئی خار  موج آئی کہ چلیے جام کی طرح  بالائے ہوا غبار کبتک  کیا حسن جو بال سر سے ٹوٹا  پھل دے کسے نخل باغ کس کا  بہن میں کی تھی سفر پہ ہٹ کی  سرت کو کیا گواہ او سنے  دم دھلکے کا جال ڈالنا کیا  عشاق کی آہن کون روکے  سو نپا او سے ملک ہے ملک  راہی ہوئی چھوڑ چھاڑ گھر بار  بے عقل دماغ جیسے خالی  پہلو بے یار دیدہ بے نور  نشینِ نحر جلی پڑی نشین</p>	<p>رہ و ن کو بہت بھلا نہ ساقی  سے پی کے یہ جھوم لین تو چل دیں  شہزادے کو لو لگی وطن کی  بیٹھے بیٹھے اوٹھا دل اکبار  سوچا کہ نکلیے نام کی طرح  پزدیس میں انتشار کبتک  کیا لطف جو گھر بشر سے چھوٹا  روشن ہو کمان چراغ کس کا  غربت کا ٹاسی دل میں کھٹکی  زہرہ کو جتانی چاہ او سنے  وانا تھی وہ سمجھی ٹالنا کیا  سیاروں کی راہن کون روکے  تھا کوئی عزیز اوس کا پوسٹ  لیکر زرو مال جو تھا درکار  گھر کی صورت ہوئی نرالی  بیشہ بے بادہ خلد بے حور  دیوارین سکوت میں کھڑی نشین</p>
--	---

سیرت تھے بسکہ شط ناطاق  
 برہم زدہ ساری انجمن تھی  
 ہچشم کے جس سر کا قیاق تھا  
 نگوںت بدلی چین کی غم سے  
 گل تھے داعی مثر تھے داعی  
 غم سے ہوئیں آبدیدہ نہرین  
 زہرہ گریان تھی غم کے مالے  
 دن ہو یا شب سحر ہو یا شام  
 دکھلاتا تھا عالم روانی  
 مانا کہ نفس کبھی نہ دم لے  
 وہ آگے روان ہوں تیر کر جائے  
 ہو جائے وطن میں ہو چنے  
 غل ہو گیا ماہ عالم آیا  
 کہتے سنتے ہنسی ہنسی میں  
 جو رجعت مہر کے تھے منکر  
 مشتاق جمال شہر بھر تھا  
 کھلے ملنے سب اوس قمر سے  
 پہلی میں لیا نظر نظر نے  
 سلطان نے سنا تو دل ہوا شاد

ابرو تین مردہ کے تھے یا طاق  
 پیشانی قمر شس پر شکن تھی  
 آنے کے منہ کا رنگ قیاق تھا  
 پھل گر پڑے مثل بارہم سے  
 سارے برگ شجر تھے داعی  
 بیچینی سے تملائیں لہریں  
 آنسو تھے کہ ٹوٹتے تھے ملے  
 تھا صورت نبض چلنے سے کام  
 پانی بہ ہوا نہرین پہ پانی  
 چال اونکی جو دیکھے تو قدم لے  
 خورشید نہ پہونچے ساتھ پھر جاے  
 مرغان چین چین میں ہو چنے  
 پھر کرتن مردہ میں دم آیا  
 بو پھیل گئی گلی گلی میں  
 کچھ اونکو نہ گفتگو رہی پھر  
 چشم عاشق ہر ایک در تھا  
 مانستہ دعا دہان دہ سے  
 دل نذر کیا بشر بشر نے  
 بولی امید حسنہ آباد



<p> یہ چین ہوا ہے آرزو میں  ایکجا ہوئے طالب اور مطلوب  جو یہ کہ تھا چسپائی کا گل  مجرے لو جھکے ہیں سر پر حکم  لکھوئی ہوئی پھر جو پائی دولت  کیا وقت تھا کیا گھڑی تھی کیا دن  قد مون سے لگا تھا عیش جاوے  بے او کے محل تھا چشم بے نور  مان کے پانوں پر گر کے پامرد  حورین تو تھیں تین ایک تھا مرد  خضر زہرہ کو کھسک رہیں لایا  مل جل کے وہ یوں ہے وطن میں </p>	<p> تپا سا اوڑا وہ گل کی بو میں  باہم ملے یوسف اور یقیوب  اب گل کے ہوا وہ باغ کا گل  بیٹے سے ملا وزیر بڑھکر  خلوت بخشے لٹائی دولت  صدقے اوس دن پہ عید کا دن  ہر نقش تھا سر نوشت جمشید  روشن کیا اوسنے چشم بد دور  لیٹا قد مون سے صورت گرد  ربع سکون میں چارون تھے فرد  تارا تھی تو برج اوسنے پایا  دندان جیسے رتین دہن میں </p>
---	---

## خاتمہ

<p> نیز نگ سخن دکھا چکا تو  اشد کا شکر آج ادا کر  مقبول ہو یہ فسانہ شوق  مناخین مکلین نہ اس بیان میں  لیکن رکھنے کو طعنے زن حرف </p>	<p> سر سجدے کو لے قلم جھکا تو  ما تھار گراور یہ انتخاب کر  ہر بزم میں ہو ترانہ شوق  بھوکے پھلے گا سخن جہان میں  لیکن رکھیں نہ اہل فن حرف </p>
--	---

کلے یہ زبان اہل فن سے  
 رنگ اس سے نہ جم سکے کسی کا  
 یہ رنگ شفق جو دیکھ پائے  
 روئے مئے سُرخ کا پیالہ  
 گلِ زرد ہو پتی پتی جھڑ جائے  
 روشن ہو یہ غریبی معسانی  
 صفحہ ن کی چمک کھائے یہ وہ  
 محبوب ہو چاند منہ چھپائے  
 ہو لفظ میں سن معنی خوب  
 آنکھوں میں رہے یہ نورِ بکر  
 عاشق اپنا خیال سمجھے  
 اربابِ سخن کریں مری قد  
 میں ملک سخن میں کچھ نہیں ہوں

گلے او گلے ہیں شوق نے دہن سے  
 شمعِ کاز رنگ ٹھہرے پھیکا  
 شب کی چادر میں منہ چھپائے  
 داعی ہو حسد سے قلبِ لالہ  
 پان خور وہ حیدر کا منہ گرو جائے  
 قصہ یوسف کا ہو کانی  
 سائے کے لباس میں چھپے دھوپ  
 بدلی کی نقابِ رخ پہ ڈالے  
 جیسے گھونٹ میں لے لے محبوب  
 جاوے میں کرے سروِ بکر  
 معشوق اپنا جمال سمجھے  
 چمک کے بنائیں ذرے کو بدلی  
 بان کشتِ سخن کا خوشہ چین ہوں

جتنی میرے سخن کی ہو دھوم  
 سب ہے فیضِ آسیرِ مرحوم

## قطعات تالیخ ترانہ شوق

امیر جناب نشی امیر احمد صاحب مینائی لکھنوی۔ اوتاد نواب کلب علیخان  
 بہادر مرحوم والی رامپور و شاگرد جناب تدبیر الدولہ مدیر الملک  
 نشی سید مظفر علیخان بہادر امیر مرحوم و مفتور

شوقی کیا ہے کارنامہ ہے	شعر کیا شاعری کا جوہر ہے
دل بین جھپٹی ہین شوخیان اسکی	حرف حرف اس کا تیز نشتر ہے
اسکا ہر شعر ترنزاکت سے	چمن نظم میں گل تر ہے
در شہوار ہے ہر اک مصرع	بیت بیت اسکی ملک گوہر ہے
ہے ہر اک صفحہ عارض محبوب	سطر یا گیسو معنی سر ہے
شانہ زلف پری کا ہے ہر لفظ	بندش آئینہ مکند ہے
حسن معنی عیان ہے لفظوں سے	یا کوئی شوخ جو سپیکر ہے
سال تالیخ امیر نے کیا	کہ عروس سخن کا زیور ہے

فضل جناب افضل الدولہ مظفر الملک نشی سید افضل علیخان بہادر  
 شوکت جنگ خلف اصغر جناب تدبیر الدولہ امیر مرحوم و مفتور

واد کیا مثنوی یہ نا در ہے	ہے یہی وجہ یا و حسن و عشق
شوق میں سال طبع لکھ افضل	دستہ از دیا دین و عشق

امیر جناب نشی محمد الفت علی صاحب کس قصیدہ ٹھہری شاگرد جناب مرحوم بلگری  
 جہا احمد علی شوق آنکہ ہست

راے اور روشن تر از روئے صبیح

بر کمال و فضل او این شنوی	مجھے باطوق دلیلے بس صریح
دور جهان گوئے سخن را زنده کرد	از دم جان بخش مانند سیح
بزرگ ذوق و شوق آمد حرف شوق	شوق را بخشد حق ذوق صحیح
دور سواد ہست نقلش ننگ	شور شیرین کاری حسن طبع
بسکہ جوشد معنی رنگین ازو	خامہ اش ماند بہ حلقہ منہج
مصرع تارنج طبع افسر نوشت	شنوی شوق دچسپ و فنیج

امیر جناب منشی واجد علی صاحب شاگرد جناب منشی امیر احمد صاحب  
برادر خورد مصنف

قبلہ من شوق سنو ز شوق	منشوی تازہ و رنگین بگفت
اتر بخوش آہ و تارنج او	نوک گلزار مضامین بگفت

اتحاد جناب شیخ محمد حسین صاحب منشوی تاجر شاگرد جناب حمزہ الدولہ ہزاروی  
واہ کیا اچھی چمپی ہے شنوی  
العجب لکھ مصرع تارنج سال  
جام دانش انتخاب و نگار

بقا جناب میرزا شاہ علی صاحب خلف جناب میر وزیر صبا ام جو

آباد را اور مصفا ہے یہ نظم	واہ کیا تازگی و جدت ہے
جانباد و دو قرین شہر شہر	و عوم ہے تذکرہ ہو شہرت ہے
راستی میں بھی ہر اک مصرع تر	ایک معشوق سی قنات ہے
دی ندا ہاتھ شیبی نے مجھے	کس لیے منکر سن ہجرت ہے
لے بقا شوق سے یہ کیے آپ	منشوی آئینہ حیرت ہے

بسمل جناب شی محمد واجد علی صاحب کا کوروی شاگرد جناب امیر لکنوی

رنگین نظم تراشوق	ہے تازہ شگفتہ باغ عشاق
روشن ہیں جو عشق کے مضامین	ہر دائرہ ہے چرخ عشاق
ہو جاتے ہیں مست اسکو پڑھکر	گویا ہے بے ایاغ عشاق
آتی ہے وہ بوے گلشن حسن	تازہ جس سے دلغ عشاق

تاریخ کئی یہ مین نے بسمل	افسانہ درد و داغ عشاق
--------------------------	-----------------------

تمنا۔ شیخ محمد رفیع الزمان خان صاحب شاگرد جناب حکیم

کیا شوق نے مثنوی کہی ہے	بے شبہ یہی ہے رہبر عشق
تاریخ لکھ اسکی اے تمنا	دامان امید دفتر عشق

حکیم جناب حمزہ الدولہ بہار الملک مثنوی سید غضنفر علی خان صاحب بہادر

مولانا جنگ خلف اکبر جناب تدبیر الدولہ بہادر امیر مرحوم و مغفور

ہے عجب مثنوی حضرت شوق	ہر مفصل ہے نشانہ راجل
-----------------------	-----------------------

عقل اول کے لیے کا غد پر	نقطے ہیں عتدہ مالاخیل
-------------------------	-----------------------

حسن بندش پہ قصیدہ ہو فدا	رنگ پر دل سے ہو قربان غزل
--------------------------	---------------------------

بہر ایذا سے عدو ہے مصرع	صورت نشتر ز بنور عسل
-------------------------	----------------------

چشم اجاب کو دیتا ہے وہ نود	میل سرمہ ہو نہ کیوں ضرب مثل
----------------------------	-----------------------------

ہے مضامین کی یہ تقریر کہ ہم	اول اول ہوئے ہیں متعل
-----------------------------	-----------------------

ہنم نانی یہ دیے ہیں نقطے	حرف منقوٹ ہے ریت ممل
--------------------------	----------------------

بات براو سکی ہے قربان نہایت	نوشہ دار دہے نشانہ حنظل
-----------------------------	-------------------------

اگر دلقطون کے دو ائروین میں	پاؤن میں جیسے دولہن کے چچا گل
ناتمہ اوس پتہ تناسب کا ہے	شہد احسن ہے تو لمخ اذل
ہے مرکب کا مقولہ یہ حکیم	کب زمین شعر کی ہو بے بادل
پلے تاریخ میں ہے جائے خلا	رنگ خون جگر حسن اذل

شہیر جناب سید محمد نوح صاحب رئیس و تعلقہ ارمہلی شہر

### صنل جو نور

بے مثل و لا جواب ہو یہ نظم و لغز	شبا عری کے رنگ میں بہن ملے ہو
تاریخ سال طبع مسیحی یہ ہے شہیر	گلزار فکر شوق کے بہن گل گھلے ہو
مستاعر جناب منشی فضل حسین خاں صاحب تعلقہ ارجلال پور	

رئیس قصبہ ندیلہ

از شوق چو طبع شنوی شد	حسنت بکفت روح سائب
شاعر چو نمود فکر تاریخ	گفتہ کہ عجائب و غرائب

ظہور جناب شیخ ظہور حسین صاحب لغوی شاگرد جناب سیرالدولہ بہادر اسیر مرچم

اس شنوی کی طرح میں قاصر زبان ہو	محنت جناب شوق نے کی ٹوٹ ٹوٹ
باتفتدی ندایہ بے سال لے غلو	حق یہ ہو بھر دیا ہے مزہ کو شکوے

تحقیق جناب سید ممدی حسن صاحب مالک مہتمم گلدستہ نغمہ بہار لغوی

شاگرد جناب حکیم

طبع شد شنوی نادر دہر	یادگار زمان ترانہ شوق
نظم روشن کلام مہین	نیر آسمان ترانہ شوق

نور افشان مدام این تصنیف	جلوہ جاودان ترانہ شوق
اہل عالم ہمہ سرت سنج	دل کستہ شادمان ترانہ شوق
گفت تاریخ طبع ذہن بحقیل	صبح عید جهان ترانہ شوق
عیش - جناب شیخ فدا علی صاحب لکھنوی	

زہے احمد علی شوق سخنور	وہ ہیں عیش رشک غالب ذوق
لکھی میٹھنوی کیا عاشقانہ	فصاحتیں وہ سب لے گئے فوق
کلام اونکا گلے کا ہار یون ہی	کہ جیسے گردن معشوق میں طوق
لکھو بے روئے رحمت طبع کمال	خیال عمدہ وہیں نازک شوق

عارف - جناب شیخ فدا علی صاحب شاگرد جناب حرمت اللہ بہار  
(حکیم لکھنوی)

شاہد این ثنوی بیدیل	ہست رنگین چہرہ مانند خیال
نظم شوق سال نطباع	گفت عارف خوبصورت ہیشال

فقیہ - جناب نشی محمد احمد صاحب خلف اکبر جناب نشی  
(امیر احمد صاحب آبپرا)

خوب ہی رنگین ہر گل نظم شوق	سارے گلون کا ہی یہ سراج گل
مصرع تاریخ یہ کیسے فقیہ	باغ معانی کا کھلا آج گل

محسن - جناب مولانا محمد محسن صاحب کا کوروی مصنف چراغ کعبہ  
(صبح تجلی - سراپا کے رسول اکرم و قصائد غنیہ وغیرہ)

اس قدر شوخ ثنوی محسن	نہ کسی نے سنی نہ دیکھی ہے
----------------------	---------------------------

فنا رسی کی تمام ترکیبے  
فلک ہفتین پہ کرسی ہے  
فتنہ حشر لفظ و معنی ہے  
سطر صفحے پہ لونی جاتی ہے  
ایک سیما ب ایک بجلی ہے  
بارک اللہ عجیب شوخی ہے

روبرو اس زبان اردو کے  
کس بلندی پہ ہے زمین شعر  
سحر و افسون ہے بول حال اسکی  
اوڑے جاتے ہیں لفظ سہ مضمون  
دونوں مصرع ہیں کیا تڑپتے ہو  
ہاتھ غیب بھی یہ کتا ہے

ایضاً

افسوں نے خواند و سخن گفت  
نیزنگ معنی شکستہ

اعباز کلک شوق بازوق  
تاریخ نوشت طبع رنگین

ایضاً

آج تاب گوہر شہوار اشعار نیم  
گفتش کہ بود خزانے بہ گلزار نیم

می سزد بہر تبار این نگارین شنوی  
گر چہ بیگو یہ سخن دانش بہار بخوان

ایضاً

چاشنی این سخن ذوق ذوق  
لفظ زہن چمن ذوق شوق

ہوش ریا گشت زاہل مذاق  
ہاتھ غیب از پے تاریخ سال

محبت سید محمد واجد حسین صاحب تعلقدار رسولی شاکر و جناب  
سید عباس بن صاحب فصاحت الکونوی

شوق نے کی نظم ایسی شنوی  
الکھو ہجری میں محبت سال طبع

اکتے ہیں سب شاعر کو بیان شوق  
ہے عجائب یہ بہار شان شوق



معصوم جناب میر معصوم علی صاحب شاگرد جناب حضرت علامہ ہند  
(حکیم لکھنوی)

شوق نے کیا نظم کی ہے شنوی  
کیون ہے سال طبع میں معصوم فکر  
جسکا دل طالب ہو وہ مطلوب ہے  
لکھدے اب یہ شنوی مرغوب ہے

۶۱۸۸۷

ایضاً

واہ اسے شوق واہ کیا کہنا  
کیا معصوم نے یہ سال طبع  
ہے عجب دلربا ترانہ شوق  
ثمرہ جان ہے یا ترانہ شوق  
فیہم جناب حکیم محمد نعیم الزمان خاں صاحب شاگرد جناب نشی  
(امیر احمد صاحب ایسر)

رنگین نظم شوق سخنور  
مشنوی دلچسپ کو دیکھو  
رنگ چمن پر خندہ زن ہے  
اک معشوق رشک چمن ہے  
اور سپیدی صبح وطن ہے  
دائرہ جو ہے شکل دہن ہے  
کیا ہی اس تلخ سخن ہے  
کیے نعیم اب تاریخ اسکی

وزیر جناب شیخ وزیر علی صاحب شاگرد جناب حکیم  
کئی ہے عجب شنوی شوق نے  
ہوئی نسر تاریخ جدم وزیر  
بلا شبہ یہ دامن فیض ہے  
یہ دل نے کہا گلشن فیض ہے

وفاق جناب شیخ رحمان بخش صاحب شاگرد جناب حکیم  
ارم ہے شنوی حضرت شوق  
کہ ہیں غلمان لفظ و معنی

ہے آئینہ صفاے بندش بیت  
عیان ہے چہرہ پر نور معنی  
کلیم طبع لکھ تاریخ اسکی  
گلستان مضامین طور معنی

یوسف۔ جناب نواب محمد یوسف حسین خان صاحب بہادر رئیس  
شہر لکھنؤ شاگرد جناب تدمیر الدولہ بہادر آسیر مرحوم و مغفور

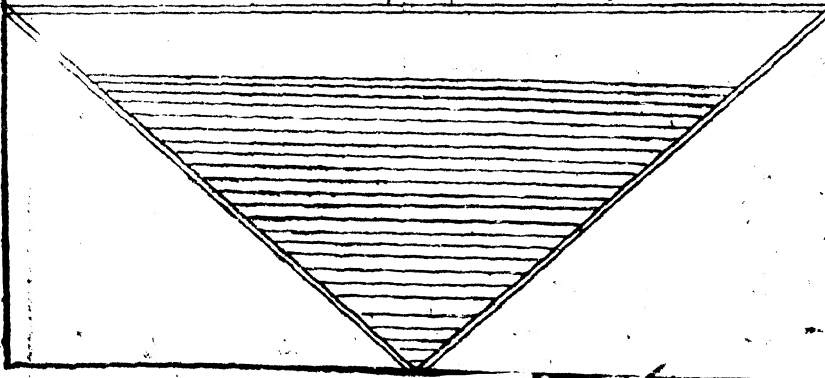
شوق کی یہ شنوی ہوئے نظیر  
اس پہ ہے اہل سخن کا اتفاق  
ایکا بیسان دبستگی کا حال ہو  
ہو وفاق ایسا کہ قربان ہو نفاق  
گلک یوسف نے لکھی تاریخ طبع  
جلوہ آرا حال درد اشتیاق

حسان۔ جناب منشی محمد علی صاحب بھٹولوی۔ شاگرد جناب  
(قدر بگرامی مرحوم)

زیننگ این شنوی فصیح  
برام فصاحت سخن شد اسیر  
چو حسان خیال سخن طبع کرد  
رستم زد قلم نخبے نظیر

فیروز۔ جناب محمد فیروز شاہ خان صاحب رامپوری

کرے وصف کیا کوئی اس شنوی کا  
سراپا کہانی ہے درد جگر کی  
ہوئی فکر تاریخ فیروز کو جب  
کسی شنوی شوق والا گہر کی



## غلط نامہ

صفحہ	ستر	غلط	صفحہ	ستر	غلط	صفحہ	ستر	غلط	صفحہ	ستر	غلط
۹	۸	نعلین	۵۸	۱۴	نئی	۵۸	۱۸	نئی	۵۸	۱۸	نئی
۱۰	۱۶	نؤ	۵۸	۱۸	نؤ	۵۸	۱۸	نؤ	۵۸	۱۸	نؤ
۱۳	۱۱	حیاہین	۶۱	۱۸	کی	۶۱	۱۸	کی	۶۱	۱۸	کی
۱۵	۱	پھرن	۶۲	۱	یہ	۶۲	۱	یہ	۶۲	۱	یہ
۱۶	۴	آبرو	۶۲	۱۳	ٹوٹے	۶۲	۱۳	ٹوٹے	۶۲	۱۳	ٹوٹے
۱۷	۷	لوسوقت	۶۳	۱۳	سظم	۶۳	۱۳	سظم	۶۳	۱۳	سظم
۲۱	۹	گر	۷۷	۱۸	پر	۷۷	۱۸	پر	۷۷	۱۸	پر
۲۷	۱۸	لٹھا	۷۹	۱۱	ہے	۷۹	۱۱	ہے	۷۹	۱۱	ہے
۲۸	۱۸	پچیدہ	۷۷	۱۷	بیٹا	۷۷	۱۷	بیٹا	۷۷	۱۷	بیٹا
۲۹	۱۶	ٹوٹے	۸۰	۱	آیا	۸۰	۱	آیا	۸۰	۱	آیا
۳۷	۶	گنگے	۸۰	۱۸	نخیر	۸۰	۱۸	نخیر	۸۰	۱۸	نخیر
۳۷	۱۰	ٹیلے	۸۲	۱۹	انسان سو	۸۲	۱۹	انسان سو	۸۲	۱۹	انسان سو
۴۰	۴	ساف	۸۳	۱۸	گھر کے	۸۳	۱۸	گھر کے	۸۳	۱۸	گھر کے
۷	۱۷	آئی	۸۴	۱۱	غیر پر	۸۴	۱۱	غیر پر	۸۴	۱۱	غیر پر
۵۰	۱۸	در	۸۶	۷	لون	۸۶	۷	لون	۸۶	۷	لون
۵۱	۳	کردون	۹۷	۱۴	جس	۹۷	۱۴	جس	۹۷	۱۴	جس
۵۳	۱۷	ہوا پار	۹۸	۱۱	بتاؤ	۹۸	۱۱	بتاؤ	۹۸	۱۱	بتاؤ